سقوطِ کابل و بغداد

پسِ پردہ حقائق

کابل

بغداد

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : يُوْشِكُ أَنْ تَدَاعٰی عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَی الْأَكَلَةُ عَلٰی قَصْعَتِهَا قَالَ: قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰہِ ، أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ: أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَ لٰكِنْ تَكُوْنُوْنَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ يُنْتَزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوْبِ عَدُوِّكُمْ وَ يَجْعَلُ فِي قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ ، قَالَ: قُلْنَا وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الْحَيَاةِ وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ ۔

[مسند احمد: ۲۷۸/۵ ۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم]

''حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی، فرمایا: تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے۔ لیکن تمہاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکل جائیگا۔ اور تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا۔ ہم نے عرض کیا وھن کیا ہے؟ فرمایا: زندگی سے محبت اور جہاد کی موت سے نفرت۔

Ph & Fax: 91-42-7230549
4/lake Road Chuburji Lahore

نام کتاب

سقوطِ کابل و بغداد

پس پردہ حقائق

جمع و ترتیب:

سیف اللہ خالد

تعداد .... گیارہ سو

اشاعت اول .... اکتوبر 2003ء

ناشر .... دارالاندلس

قیمت ....

ملنے کا پتہ

دارالاندلس

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور

فون: 7230549-7231106

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سقوطِ کابل و بغداد

پس پردہ حقائق

سیف اللہ خالد

4۔ لیک روڈ چوبرجی لاہور
فون: 7231106-7240940

فہرست

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

سقوط بغداد کیوں ہوا؟

اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

عرض ناشر

«اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَبَعْد ! »

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خواں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' ہم نے کہا: '' یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہو گی؟'' فرمایا: '' تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہو گی۔ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں ''وھن'' پیدا ہو جائے گا۔ ہم نے عرض کیا: '' وھن کیا ہے؟'' فرمایا: '' زندگی سے محبت اور جہاد کی موت سے نفرت۔''

[مسند احمد : ۲۷۸/۵ ۔ ابو داؤد ، کتاب الملاحم]

''سقوط کابل و بغداد'' رسول اکرم ﷺ کی اسی پیش گوئی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ڈیڑھ ارب مسلم آبادی کی موجودگی میں دو مسلم ریاستوں کو کفر کی اتحادی افواج نے جس طرح تہس نہس کیا۔ جانوں کا تلف، عزتوں کی نیلامی، آبادیوں کی تباہی اور کیمیاوی ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال، یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا نتیجہ تو نہیں۔ فرمایا:

﴿ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـئًا ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴾

''اگر تم اللہ کے راستہ میں نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور قوم لے آئے گا۔تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

''سقوطِ کابل و بغداد'' حقیقت میں افغان اور عراق جنگ کے دوران شائع ہونے والے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں کفر کی یلغار کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے عروج وزوال کی داستاں کتاب وسنت، تاریخ اور حالات حاضرہ سے دلائل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور ساتھ یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟ اور کب مسلمان اللہ کی مدد سے محروم ہوتے ہیں۔

قاضی کاشف نیاز، مولانا محمد یوسف طیبی اور مولانا احسان الحق شہباز کے قلم سے شائع ہونے والے حقائق میں نے اس کتاب میں افادۂ عام کیلئے جمع کر دیے تا کہ جو کوئی اس کا مطالعہ کرے تو اسے خبر ہو جائے کہ اصل خرابی کہاں کہاں ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟

اس کتاب کی تہذیب وترتیب میں بھائی محمود الحسن اسد اور بھائی محمد عمران نے خصوصی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ادارہ ''دارالاندلس'' کی طرف سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین!!

آپ کا بھائی

محمد سیف اللہ خالد ''مدیر دارالاندلس''

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے خاتمے اور پاکستان میں بعض مذہبی بالخصوص جہادی تنظیموں پر پابندیوں کے بعد عام حلقوں میں ایک بحث بڑے شدومد سے ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ المناک حالات کے اسباب کیا ہیں؟ اوران کی ذمّہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے مختلف سطح کے حلقوں کی الگ الگ آراء ہیں۔ ایک عام لبرل آدمی سے لے کر ہمارا حکمران اور معروف دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے ابھی اتنی سائنسی ،معاشی ، اقتصادی اور عسکری ترقی نہیں کی تھی کہ آج کی دنیا کے طاقتور ترین ملک امریکہ یا ایسی کسی سامراجی طاقت سے پنجہ آزمائی کرسکتے ، اس لیے سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہم سائنسی اور معاشی میدان میں

زبردست ترقی کریں اورتب ہی ہم انہیں چیلنج کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام پسنداور جہادی حلقوں میں ظاہر ہے بحث کا یہ انداز نہیں ہے البتہ ان میں کچھ لوگ اپنے قائدین اوراپنی تنظیموں کی پالیسیوں کومختلف انداز سے ہدفِ تنقید بنارہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اس طرح کے حالات میں تنظیمی پالیسیوں پر بحث سے یقیناً ہرساتھی کا ذہن کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتا ہے۔ شیطان ایسے ہی کمزور مواقع کا منتظر ہوتا ہے کہ جب وہ اس طرح کے اثر کو بڑھاکر قوموں،تنظیموں اور جمعیتوں میں انتشار پیدا کردیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کواپنی ناکامی کے موقع پر وہ خرابی ضرور تلاش کرنی چاہیے جواس واقعہ کا اصلی سبب ہولیکن یہ تلاش ایسی نہ ہوکہ جو اسے اس کے اصل مقصد،اس کی جمعیت اور اس کی منزل سے ہی دور کردے۔ یہ سب کچھ اگر مقصد سے متفق رہ کر،جمعیت اور اطاعت امیر کے اندر رہ کراور منزل کی طرف اپنا رخ برقرار رکھ کرکیا جائے تو تب ہی بہتر اور مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں،ورنہ اپنے اپنے دورازکار فلسفوں، عجیب وغریب تجاویز، توجیہات اور بحث مباحثوں میں پڑکر شدید اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے ساتھ دنیاوآخرت کی ناکامی والا معاملہ نہ ہوجائے۔

کیا عصری سائنسی انقلاب سے بے نیازی زوال کا سبب ہے؟

یہاں ہم ایسے سب لبرل اور مذہبی ساتھیوں کے اشکالات وملاحظات تو پیش نہیں کرسکتے لیکن سب مسلمانوں کی خدمت میں ایک بڑی موٹی سی بات پیش کرنے کودل

ضرور چاہ رہا ہے کہ جس میں ان تمام موجودہ حالات کا اصل سبب بھی سمجھ آ جائے گا اور اسی کے سمجھنے میں اس کا تدارک بھی خود ہی نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ یہ سبب اگر دور ہوجائے تو یقین مانئے نہ تو سائنسی اور عسکری ترقی میں کوئی کمی ہماری کامیابی و کامرانی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نہ ہی پھر ہمیں اپنی دینی و جہادی جماعتوں کی موجودہ تنظیمی پالیسیوں میں کوئی بڑی خرابی محسوس ہوگی۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہمیں سائنسی و عسکری اور علمی ترقی کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ہر صورت ہونی چاہیے، جتنی بھی ممکن ہو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾ [الانفال : ٦٠٨]

"اور (دشمن کے مقابلے میں) ان کے لیے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق قوت جمع کر کے تیاری کرو۔"

لیکن سائنسی ترقی میں کافروں پر برتری حاصل کرنے تک بیٹھے رہنا یا کافروں کی غلامی قبول کر لینا یا اسے ہی غلبہ ونصرت کا بنیادی سبب سمجھنا، یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ و عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ اس طرح ہم یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ تمام دینی و جہادی جماعتوں کی تمام پالیسیاں سو فیصد درست ہیں اور ان میں کسی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایسا یقیناً نہیں ہوسکتا لیکن ہم زیر نظر تحریر میں صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لبرل لوگ یا بعض مخلص دینی ساتھی موجودہ حالات کے ضمن میں جو بھی وجوہات یا ملاحظات و اعتراضات پیش کر رہے ہیں، ان میں کوئی

ایک بھی ایسی بات نہیں جو ان حالات کا اصل سبب ہو اور جس کے تدارک کی صورت میں آئندہ ایسے حالات کے وقوع پذیر ہونے کی واقعی امید نہ رہے۔

سائنسی انقلاب کو سب کہنے والوں کے دلائل:

اس ضمن میں تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے بعض مخلص لوگ بھی موجودہ حالات کا غلط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب سے ہم عسکری ٹیکنالوجی میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہوئے، اسی وقت سے ہمارا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے تئیں کچھ ٹھوس دلیلیں بھی دیتے ہیں۔ مثلاً ان کا خیال ہے کہ برّ صغیر میں مغلوں کا زوال ہی اس وجہ سے شروع ہوا کہ ان کی ہم عصر غیر مسلم اقوام ایجادات و اختراعات میں ترقی کر رہی تھیں۔ جنگی میدان میں بھی وہ توپوں، گنوں اور بموں کی صورت میں جدید ہتھیار استعمال کر رہے تھے جبکہ مغل حکمران ابھی تیر و تلوار پر ہی قناعت کیے ہوئے تھے۔ ان کی تیاریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین سے فضا تک کی تسخیر میں منہمک تھے۔ ایسے میں عصری سائنسی انقلاب سے بے نیاز مسلمان حکمران ان کے آگے کیسے ٹھہر سکتے تھے؟ چنانچہ انگریزوں کے مقابلے میں نہ صرف دنیا دار اور عیش پرست مغل حکمرانوں کی کچھ نہ چلی بلکہ بعد میں ٹیپو سلطان اور مجاہدین بالا کوٹ ایسے کٹڑ محبّ وطن اور مخلص و متقی دیندار بھی اپنے تمام تر جذبۂ ایمانی کے باوجود انہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خلافت کا برائے نام کمزور ادارہ بھی اسی انقلاب کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر بالآخر زمین بوس ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ہم اس لیے

مغلوب چلے آرہے ہیں کہ سائنسی و عسکری میدان میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں اور جب تک ہم اس میدان میں سبقت حاصل نہ کریں گے، ہمارے اوپر ظلم و ناانصافی کی اندھیری رات کبھی نہ ٹل سکے گی۔ اس لیے اصل اہمیت ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے ورنہ ہم چاہے کتنے ہی مخلص و متقی لوگ کافروں کے سامنے لاکر کھڑا کردیں تو محض ان کا تقویٰ و دینداری ہمیں نہ پہلے کبھی بچاسکی ہے نہ آئندہ بچاسکے گی۔

تاریخ سے ان دلائل کا رد:

یہ موقف رکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں، ذرا ایمانداری سے اپنی تاریخ کا جائزہ لیں۔ بتلایئے جب قرن اوّل ہی میں اسلام کا پھریرا آدھی سے زائد دنیا پر لہرانے لگا تھا تو کیا اس وقت ہم اسلحے اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اپنی تمام ہم عصر اقوام سے سبقت حاصل کیے ہوئے تھے؟ کوئی بھی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا۔ صورت حال تو یہ تھی کہ عالم اسلام جب پوری دنیا میں سپر پاور تھا، اس وقت بھی بہت سی جنگیں مسلمان نسبتاً اپنی کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی لڑتے رہے لیکن پھر بھی کامیاب رہے۔

اسلام کے غلبے کی ابتدائی جنگ ہی ان حالات میں شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس لڑنے کے لیے نہ کوئی اسلحہ تھا نہ کوئی تیر، تلوار اور گھوڑے۔ تعداد میں بھی مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایک تہائی تھے۔ وسائل کے لحاظ سے کافروں کے پاس ایک سو گھوڑے تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے۔ کافروں کے پاس ایک ہزار

اونٹ تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف ستر۔ اکثر مسلمانوں نے اس حالت میں جنگ لڑی کہ ان کے پاس لڑنے کے لیے صرف لکڑیاں اور درختوں کی ٹہنیوں وغیرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔لیکن اس قدر کم تعداد، کم وسائل اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کافروں سے کم تر اسلحہ کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور کافر منہ دیکھتے رہ گئے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کا مقابلہ پہلی بار وقت کی سب سے بڑی عسکری اور مادی قوت ......روم...... سے ہوا تو یہ جنگ پہلی جنگوں سے کس قدر مشکل تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک طرف مسلمان اس وقت کی سپر پاور سے ٹکرانے لگے تھے تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں قحط اور عسرت کا دور دورہ تھا، جس کی وجہ سے وسائل کی شدید قلت تھی۔ حالت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے سامان سفر مہیّا نہ کر سکنے کی وجہ سے اہل ایمان حسرت و یاس سے آنسو بہاتے واپس آ جاتے۔ قرآن مجید نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

﴿ اِذَا مَآ اَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ ﴾

[التوبة : ٩٢]

”وہ آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں (جہاد کے لیے) سواری مہیّا کر دیں تو آپ ﷺ (مجبوراً) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے

ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں (جہاد میں خود) خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ میسر نہیں ۔‘‘

غرض یہ تھی بے سروسامانی کی حالت اور چلے تھے سپر پاور کا مقابلہ کرنے، لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ مسلمان جب جذبۂ ایمانی سے سرشار ہوکر میدان میں نکل کھڑے ہوئے تو وقت کی سپر پاور گیدڑ ثابت ہوئی اور وہ مقابلے کے لیے میدان میں آنے کی ہمت بھی نہ کرسکی......ایسے کوئی ایک دو واقعات نہیں کہ جنہیں کوئی اتفاقات کہہ کر انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے گزر جائے، تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ایسے ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے......غزوۂ احد میں سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں تین ہزار کفار تھے۔غزوۂ احزاب میں تین ہزار مسلمان اور دس ہزار کفار تھے۔غزوۂ خیبر میں چودہ سو مسلمان تھے جبکہ دس ہزار کفار تھے۔غزوۂ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دولاکھ کفار کا لشکر صف آراء ہوگیا۔ ان تمام غزوات میں مسلمان نہایت کم تعداد کے باوجود مسلسل فتح یاب ہوئے۔ان غزوات میں وسائل جنگ کے مقابلے کا تو یہ حال رہا کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین ہزار گنا زائد وسائل بھی لے کر آئے لیکن پھر بھی ناکامی ان کا مقدر ٹھہری جیسا کہ غزوۂ احد میں کافروں کے پاس تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک اونٹ بھی نہ تھا۔اس طرح تعداد میں بھی وہ اس غزوہ میں مسلمانوں سے چھیاسٹھ گنا زیادہ تھے لیکن پھر بھی ان کی کچھ نہ چلی۔

قلت وسائل و تعداد زوال کا سبب نہیں:

مسلمانوں کی قلت وسائل و تعداد ایک اور پہلو سے بھی قابل توجہ ہے۔ مسلمان جب پوری دنیا پر چھا گئے ،ان کی قوت و ہیبت کے آگے کسی کو دم مارنے کی ہمت بھی نہ رہی، عرب سے لے کر ایران، عراق ،ہندوستان اورشام و افریقہ سے سپین و اندلس، پرتگال ،اٹلی ،سسلی اور فرانس تک بڑی سے بڑی قوت نے ان کے آگے سر تسلیم خم کردیا، تب بھی وہ کفار کے مقابلے میں کہیں بھی کوئی معرکہ ہوتا تو عموماً وہ پھر بھی نسبتاً کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی معرکہ آراء ہوتے حالانکہ اب انہیں افرادی قوت اور وسائل کی کوئی کمی نہ رہی تھی۔ وہ جتنا اسلحہ اور تعداد چاہتے ،میدان جنگ میں جھونک سکتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے زیادہ تعداد اور زیادہ وسائل کے ساتھ جنگ جیتنے کو اپنے مزاج اور اپنی شان کے ہی خلاف بنالیا۔ ان کے نزدیک زیادہ قوت و تعداد کے ساتھ جنگ جیت لینا کوئی کمال نہ رہا...... وہ کافروں پر ہمیشہ یہی ثابت کرتے رہے کہ دیکھو ہم نے اس قدر کم تعداد کے باوجود بھی تم پر غلبہ حاصل کرلیا ہے تو یقیناً اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے، اللہ پر ہمیں کامل ایمان و بھروسہ ہے اور صرف اسی کے نتیجے میں تم شکست سے دوچار ہوتے ہو...... کفار اگر اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے تو وہ صرف اسی بات سے متاثر ہوکر ہوئے تھے۔ ورنہ مسلمان اپنی زیادہ تعداد و قوت کے ساتھ انہیں مغلوب تو کرلیتے لیکن وہ اسلام سے متاثر نہ ہوسکتے اور نہ انہیں اس بات کا کبھی یقین آتا کہ

اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ تعداد اور کم قوت کے حصول کے چکر میں پڑ کر جہاد اور شہادت سے جی چرانے لگتے۔ چنانچہ مسلم جرنیلوں نے کبھی یہ حالات پیدا نہ ہونے دیے۔

جب قلتیں کثرتوں پر غالب آئیں!

اندلس کی فتح کا راز:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یرموک کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو تاریخی معرکہ ہوا، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ رومیوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کی ہلاکت کے ساتھ شکست فاش کھائی۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے جب جبرالٹر کے مقام پر اندلس میں اپنے لشکر کو اتارا تو راڈرک مقابلے میں ایک لاکھ فوج لے کر آیا جو کیل کانٹے سے مکمل لیس تھی جبکہ مجاہدین کی تعداد صرف سات ہزار تھی۔ دوسری طرف طارق نے کشتیاں جلا کر اپنی فوج کی واپسی کے راستے بھی مسدود کر دیے تھے۔ نہ کوئی بھاگنے کا راستہ تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید۔ حالانکہ طارق خلیفۂ وقت سے جس قدر بھی لشکر اور قوت چاہتا، اسے فراہم ہو سکتی تھی لیکن طارق اپنے انہی مختصر لشکریوں اور مختصر وسائل کے ساتھ لڑا۔ ویسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ان کے پیش نظر تھی کہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار مسلمانوں کی تعداد کافروں کے بڑے سے

بڑے لشکر کو بھی شکست دینے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ طارق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوجیوں کو یادگار خطاب کرتے ہوئے یہ تاریخی الفاظ کہے:

''اللہ کی قسم! صرف پامردی اور استقلال ہی میں نجات ہے، اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو قلت تعداد سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی، کاہلی، سستی، نامردی، باہمی اختلاف اور غرور کے ساتھ کثرت تعداد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مشقت و جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے جو عزت و شرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب لکھا ہے، اس کی طرف بڑھو، اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہوگئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان تمہیں الگ برے الفاظ سے یاد کریں گے۔''

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے عزت و کامیابی کا جو راستہ دکھایا، وہ آج بھی ہمارے لیے رہنما ہے۔ اس نے رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو بتا دیا کہ حق کی راہ میں قلت وسائل و تعداد کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز ہمارا باہمی اتحاد اور اللہ پر کامل بھروسہ ہے۔ یہ نعمت اگر موجود ہے تو ہم بہت تھوڑے وسائل کے ساتھ بھی کفار کے بڑے سے بڑے لشکر کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں اور اگر باہمی اتحاد نہیں تو پھر ہم جس قدر بھی قوت اور تعداد کے ڈھیر اکٹھے کر لیں، ان کی حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ

کچھ نہ ہوگی۔ اس اصول کو تمام مسلم جرنیلوں نے مشعل راہ بنایا۔

محمد ابن قاسم کی سندھ پر یلغار:

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں راجہ داہر چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر آیا لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اور اسی کم تعداد کے ساتھ مسلمانوں نے راجہ داہر کی فوج کو شکست دی اور خود راجہ داہر بھی مارا گیا۔ قتیبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ پورے وسط ایشیا کو تسخیر کرتا ہوا چین تک پہنچا اور خاقان چین کے بھتیجے کی قیادت میں لڑنے والے دو لاکھ کے چینی لشکر کو بڑی کم تعداد کے ساتھ شکست دی اور خاقان چین کو بالآخر جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ قیصر روم ارمانوس کے تین لاکھ کے لشکر جرار کو عبرتناک شکست سے دو چار کیا اور خود قیصر روم بھی گرفتار ہوا۔

اندلس کے زوال کے شروع میں بھی یہ حالت تھی کہ جب فرانس اور پرتگال کی سرپرستی میں اردگرد کے عیسائیوں کی چیرہ دستیاں بڑھیں تو مسلمانان اندلس نے شمالی افریقہ کے اس وقت کے سالار یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ ۱۰۸۶ء میں بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس میں آیا تو مقابلے میں الفانسو ششم ساٹھ ہزار سپاہی لے کر آیا۔ یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فوج کو بری طرح کچلا اور الفانسو خود بھی زخم چاٹتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

صلیبی جنگ کس نے جیتی؟

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفۂ وقت اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کی کسی مدد و اعانت کے بغیر تن تنہا پورے یورپ کے ٹڈی دل صلیبیوں کے لشکریوں کا مقابلہ کیا، پہلی صلیبی جنگ میں چھینا ہوا بیت المقدس ان سے واگزار کرایا اور کافروں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا کہ پھر وہ گزشتہ بیسویں صدی تک مسلمانوں سے بیت المقدس نہ چھین سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمان اکثر کم تعداد، کم وسائل اور کم تر ٹیکنالوجی کے باوجود بھی غالب رہے تو پھر ان کے زوال اور شکست کی کیا وجوہات رہیں؟

زوال امت کے اسباب

① غداری:

ان واقعات کے تناظر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب یقیناً بہت سے ہوں گے اور ہو سکتے ہیں لیکن ہماری نظر میں مسلمان جب بھی زوال اور ناکامی کا شکار ہوئے تو اس کی ہمیشہ ایک بڑی اہم اور بنیادی وجہ رہی اور وہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا فقدان، باہمی کشت و خون اور غداری ہے۔ اس بنیادی سبب کو ہم عملاً شاید اس قدر اہمیت نہیں دیتے لیکن اب ہم یہ بات بھی تاریخی نظائر

سے ہی ثابت کریں گے کہ مسلمانوں کی تباہی میں باہمی مناقشت اور غداری نے ایک بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آج ہم موجودہ حالات کی وجہ عالم اسلام کی کم تر سائنسی ترقی قرار دیتے ہیں یا دینی و جہادی جماعتوں کی بعض تنظیمی پالیسیوں کو موردِ الزام ٹھہرا کر اپنے آپ کو مطمئن کررہے ہیں لیکن ہم تاریخی حقائق کے ساتھ بات کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہی وجوہات ہی عالم اسلام پر موجودہ ابتلاء کا نتیجہ ہیں تو پھر ذرا اپنی تاریخ میں جھانک کر بتلایئے کہ مسلمانوں پر ایسے بھی مواقع آئے کہ جب وہ طاقت و تعداد اور وسائل ہر لحاظ سے کافروں پر برتر تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر وہ پوری دنیا پر غالب تھے، ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا، وہ بلا شرکتِ غیرے دنیا کی سپر پاور تھے لیکن پھر آناً فاناً ایسا ہوا کہ مسلمانوں کی یہ ساری ہیبت ناک طاقت تاتاریوں کے ایک ہی ہلّے میں ہوا ہوگئی...... مسلمانوں کا دارالخلافہ اور دارالقوۃ بغداد کسی مرگھٹ کا منظر پیش کرنے لگا۔ دریائے فرات لاکھوں مسلمانوں کے خون سے کئی دن تک سرخ رہا۔ دنیا کو فکر و فلسفہ اور سائنس کی عالمانہ رہنمائی دینے والی ان کی لاکھوں کتابیں دریا بُرد ہوگئیں اور انہیں کوئی چیز بھی اس تباہی سے نہ بچاسکی۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں نے خلیفہ کی موجودگی اور سرپرستی کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ کسی طاغوتی اور کافر نواز مسلم حکمران سے وہ کوئی تعاون بھی حاصل نہ کررہے تھے اور نہ کوئی کافر یا کٹھ پتلی مسلمان حکمران انہیں استعمال کر رہا تھا جس کا نتیجہ ان المناک حالات کو قرار دیا جاسکتا۔ اس کے باوجود مسلمان اتنی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے جس کی

پہلے اور بعد میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کیا ہمیں معلوم ہے، اس وقت اس سانحۂ عظیم کی وجہ کیا تھی؟ اس وقت ہم غیر مسلم دنیا سے سائنسی ترقی میں آگے نہیں تو کم از کم پیچھے بھی نہیں تھے بلکہ سبقت کی پوزیشن میں آ رہے تھے لیکن مادی و اقتصادی اور عسکری طور پر بہر حال ہم ساری دنیا پر غالب تھے۔

بغداد کی شکست اور غداری:

پھر آخر یکا یک اتنی بڑی طاقت اتنی آسانی سے شکست کھا کر تباہی و بربادی سے کیسے دوچار ہوگئی؟ بہت سے لوگوں کو یہ وجہ معلوم ہے کہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت خود خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے دی۔ اس نے محض اپنے مسلکی اختلاف کے تعصب میں پورے عالم اسلام کو داؤ پر لگا دیا۔ اس وقت عالم اسلام ایک سپر پاور تھا لیکن جب اپنوں نے غداری کی تو سپر پاوری بھی دھری کی دھری رہ گئی۔ کتابوں میں یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہلاکو خان اپنی تمام تر وحشیانہ طاقت کے باوجود ڈرتا تھا کہ مسلمانوں کے اس دارالخلافہ اور خلیفۂ مسلمین کے خلاف فوج کشی کرنے پر کہیں اس پر کوئی شامت نہ آ جائے لیکن خواجہ نصیر الدین طوسی نے ہلاکو خان کی یہ کہہ کر ہمت بندھائی کہ جب پیغمبروں کے قتل اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہوا تو عباسی خلیفہ کے قتل سے کیا ہوگا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ پھر محض اپنوں کی غداری کے طفیل گیدڑ دشمن بھی شیر بن گئے اور مسلمانوں کے قتل عام کے لیے

ان کا سارا ڈر اور خوف دور ہو گیا ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہی غداریاں ہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو شروع سے لے کر آج تک قدم قدم پر نقصان عظیم سے دوچار کیا۔ جب ہم اپنے ذاتی، مالی، مسلکی، علاقائی، لسانی اور کرسی کے مفادات کے لیے اندھے بن جاتے ہیں تو پھر تباہی و شکست ہمیشہ ہمارا مقدر بنتی ہے۔ ان مفادات وتعصّبات کا شکار ہو کر جب ہم غداری کرتے ہیں تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس قدر طاقتور یا کمزور ہیں۔ غداری ایک ایسا شعلہ ہے جو بظاہر بہت چھوٹا ہو کر بھی بڑی بلند و بالا اور مضبوط عمارت کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔

محمد بن قاسم سے غداری:

تاریخ میں کوئی ایک واقعہ نہیں، بے شمار واقعات اس بات کی تائید میں شہادت دیتے ہیں۔ محمد بن قاسم جب پورے سندھ کو فتح کرتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ سارا برصغیر اسی وقت مسلمانوں کے زیرِ نگیں آجاتا کہ خلیفۂ وقت نے محض خاندانی اختلاف اور عناد کی بنا پر محمد بن قاسم کو معزول کر کے واپس بلا لیا اور یہ عظیم جرنیل جس کی سیرت اور کردار سے ہندو اس قدر متاثر تھے کہ وہ اسے دیوتا اور نجات دہندہ سمجھ کر اس کا بت بنا کر پوجنے لگے تھے، لیکن اپنوں نے اس کا یہ صلہ دیا کہ وہ جیل میں ہی گل سڑ کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی پالیسی میں کوئی غلطی

تھی۔ آج جہادی تنظیموں اور طالبان میں غلطیاں ڈھونڈنے والے بتائیں کہ اس وقت محمد بن قاسم سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والے اللہ کے ان مخلص بندوں، جہادی جرنیلوں اور جہادی جماعتوں سے کبھی کوئی بڑی بنیادی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے دشمن کے بڑے سے بڑے اسلحہ سے کبھی مار کھائی نہ قلت تعداد سے انہیں شکست ہوئی اور نہ ہی وسائل کی کمی انہیں کوئی نقصان پہنچاسکی۔ انہیں جب بھی نقصان پہنچا تو صرف اور صرف اپنوں کی غداری کے صدقے ہی ملا اور وہ بھی اس حالت میں جب وہ طاقت میں بھی دشمن سے زیادہ ہوتے ہے

ہمیں اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

تیر کھا کے دیکھا جو کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اندلس وافریقہ کی شکست اور غداری:

اپنوں کی غداری کے یہ سیاہ اوراق تاریخ میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ طارق رحمۃ اللہ علیہ بن زیاد اور موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن نصیر پورے شمالی افریقہ اور اندلس کو روندتے ہوئے یورپ کو پامال کرنے ہی لگے تھے کہ دربار خلافت سے ان کی واپسی کے احکامات آ گئے۔ اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک مرض الموت میں تھا۔ ولید اپنے

باپ کی وصیت کے برعکس اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتا تھا۔ حجاج بھی اس کا حامی تھا لیکن وہ یہ کام انجام نہ دے سکا چنانچہ سلیمان نے برسراقتدار آ کر حجاج کے بھیجے ہوئے تمام جرنیلوں اور عمّال کو معزول کر دیا۔ محمد بن قاسم کے علاوہ ان میں موسیٰ بن نصیر بھی شامل تھے۔ انہیں بھی کافی عرصہ جیل میں ڈالا گیا اور پھر رہائی کے بعد اس عظیم جرنیل کی باقی زندگی غربت و افلاس میں بسر ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر سپین کی کامیاب فتح کے بعد فرانس اور پھر اٹلی پر فوج کشی کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سمت سے حملہ کر کے مسلمانوں کی حریف رومی حکومتوں کو تباہ کیا جا سکے۔

مگر اے بسا آرزو ! کہ خاک شد

اپنوں کی مہربانیوں نے اس کی نوبت نہ آنے دی اور ہم یورپ کی تسخیر کے اس تاریخی موقع کو پھر کبھی بھی حاصل نہ کر سکے۔

غرناطہ کی شکست اور غداری:

۱۴۶۶ء میں غرناطہ کا فرمانروا ابوالحسن علی اندلس کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی دستبرد سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اس کے اپنے بیٹے ابوعبداللہ نے غداری کر کے ملت کی لٹیا ڈبو دی۔ وہ فرڈی نینڈ سے مل گیا اور اس کی مدد سے خود غرناطہ پر قابض ہو گیا۔ غرناطہ کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کی تلواریں ٹکرانے لگیں۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرڈی نینڈ نے الورا، رونڈا، ملاغہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اب صرف غرناطہ کا شہر بچ گیا تھا جو کٹھ پتلی ابوعبداللہ کے پاس تھا۔ فرڈی نینڈ

نے اسے بھی اپنے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔غدار ابوعبداللہ کی اب جا کر آنکھیں کھلیں لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔مسلمان اس بری طرح سے وہاں کاٹے گئے کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔سینکڑوں اہم اور ممتاز مسلم شخصیات کو بھیڑ بکریوں کی طرح باندھ کر صلیبیوں کے حوالے کیا گیا اور بعد میں بچے کھچے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مکمل عیسائی بننے پر مجبور کردیا گیا۔ یہ غداری کا نتیجہ ہے کہ ماضی کی اس عظیم مسلمان سلطنت میں آج ایک بھی مقامی مسلمان کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔

ٹیپو سلطان کی شکست اور غداری:

ٹیپو سلطان کے ساتھ ہونے والی غداری سے ہمارے ہاں کوئی بے خبر نہیں۔ میر جعفر اور میر صادق کی غداری سے انگریزوں کے خلاف یہ آخری مضبوط بند تھا جو ٹوٹ گیا اور پھر اس سیلاب کو روکنا کسی کے بس میں نہ رہا۔

مجاہدین بالاکوٹ کی شکست اور غداری:

مجاہدین بالاکوٹ کی تحریک اپنے اسلامی طریقۂ کار، اثرات اور انجام کے لحاظ سے ہمارے لیے اپنے اندر بہت زیادہ سبق رکھتی ہے۔ یہ برّصغیر کی پہلی اسلامی تحریک ہے جس کے حالات اور طریقہ کار آج کی تحریک دعوت وجہاد سے سب سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں ۔اس کا مطالعہ ہمیں خصوصی طور پر کرنا چاہیے،دونوں ہی نے غیر حکومتی سطح پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کا آغاز کیا۔منہج ، مقاصد اور طریقۂ کار کے

اعتبار سے بھی دونوں میں کوئی بڑا یا بنیادی فرق نظر نہیں آتا۔ کتاب وسنت کی بنیاد پر دعوت و جہاد کو ہی انہوں نے اپنی تحریک کا محور بنایا۔ توحید کی دعوت، سنت کا احیاء، بدعات کا استیصال اور معاشرے میں پھیلی ہوئی غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا اور پھر غیر مسلموں کے ہاتھوں جکڑے اور پسے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروا کر اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کو دونوں نے اپنا سب سے بڑا نصب العین ٹھہرایا۔ مجاہدین بالاکوٹ نے اس وقت اپنے کام کا آغاز کیا جب پنجاب اور سرحد کے اکثر علاقے سکھوں کے شکنجۂ ظلم میں کسے جا چکے تھے۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا جانے لگا تھا۔ سرعام اذان دینے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی اور اکثر مساجد کو اصطبل بنا دیا گیا تھا۔ باقی علاقوں میں انگریز سامراج اپنے ناپاک قدم بڑھا رہا تھا۔ ان حالات میں مجاہدین بالاکوٹ نے ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں دعوت و اصلاح اور بیداری کا کام شروع کیا جبکہ آزاد سرحدی اور قبائلی علاقہ جات سے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف عملی طور پر جہاد شرع کر دیا گیا۔ اب تک سمجھا جاتا تھا کہ مسلمانوں نے جنگ اور جہاد میں جو تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں تو یہ صرف حکومتی سرپرستی کے نتیجے میں ممکن ہوئی ہیں لیکن مجاہدین بالاکوٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ یہ کافروں کی خام خیالی ہے۔ اصل چیز پہلے بھی اور اب بھی جذبۂ ایمان و جہاد ہی ہے۔ اگر یہ جذبہ زندہ ہے تو کسی حکومت کی مدد کے بغیر بھی مسلمان غالب آسکتے ہیں لیکن یہ جذبہ اگر مر جائے تو دنیا میں چاہے

مسلمانوں کی 51 سے زائد حکومتیں بھی بن جائیں، چاہے ان کے پاس تیل کی دولت سے لے کر دنیا کے جدید ترین ہتھیار ایٹم بم اور بڑے سے بڑے میزائل تک موجود ہوں اور چاہے ان کی آبادی بھی اربوں سے تجاوز کر جائے لیکن اتنے وسائل اور اتنی تعداد کے باوجود دنیا میں یہ غلام کے غلام ہی رہیں گے۔ کافر طاقتوں کے ایک فون پر ان کی پالیسیاں آن کی آن میں بدل دی جائیں گی اور یہ اف بھی نہ کر سکیں گے۔ مجاہدین بالاکوٹ جذبۂ ایمان کے ساتھ اٹھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سکھوں کی دہشت گردی سے جنم لینے والی رنجیت سنگھ کی بظاہر بڑی مستحکم حکومت کے در و دیوار ہل گئے۔ خیبر سے لے کر امب، ہزارہ، کاغان، شنکیاری اور پشاور سے لے کر مظفر آباد تک کا علاقہ مجاہدین کی عملداری میں آ گیا۔ بالائی ہزارہ میں فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ دیا گیا اور اسے دارالامارت بنا کر یہاں باقاعدہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تمام اسلامی حدود و تعزیرات نافذ کر دی گئیں اور ہر علاقے کے لیے عاملین زکوٰۃ وعشر بھی بنا دیے گئے۔ مجاہدین نے ثابت کر دیا کہ کم تعداد اور وسائل کے باوجود اگر جذبۂ جہاد و ایمان مستحکم ہو تو مسلمان پھر بھی غالب آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے ہر صورت حکومت کا موجود ہونا یا قائم کرنا ضروری شرط نہیں بلکہ یہ حکومت بھی کافروں کے خلاف جہاد کے نتیجہ میں بالآخر قائم ہو جاتی ہے اور مجاہدین نے عملاً یہ کام کر کے دکھایا۔ انہوں نے پہلے سکھوں کو شکست دی اور پھر انگریزوں کی اس طاقت سے ٹکرائے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔

سکھوں کے معاملے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مجاہدین کی طرح کی ایک روایتی طاقت تھے، اگر چہ سکھ ایک باقاعدہ فوج اور وسیع حکومت کے تحت تھے اور مجاہدین کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، حکومت بھی بنی تو کافی عرصہ بعد اور وہ بھی تھوڑی مدت تک قائم رہی، اس لیے سکھ روایتی اور قدیم طرز کی طاقت ہونے کے باوجود مجاہدین سے دنیاوی لحاظ سے ہرصورت برتر تھے لیکن انگریز تو مجاہدین کے مقابلے میں وقت کی ایک جدید ترین طاقت تھے۔ اس کے باوجود انگریزوں نے بھی کئی بار ان ہی مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی۔

امبیلا کی تاریخی اور آخری جنگ میں انگریز فوج اپنے تمام لاؤ لشکر اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ساتھ دو ماہ تک پہاڑوں جیسے حوصلے کے مالک مجاہدین اور ان کے اتحادی قبائل سے ٹکراتی رہی لیکن اسے اس قدر ہزیمت ملی کہ برطانوی فوج کو شاید ہی کسی اور جنگ میں اس قدر ملی ہو۔ وہ مجاہدین کے مرکز ملکا تک پہنچ کر اس کا نام ونشان مٹا دینا چاہتے تھے لیکن مجاہدین اور قبائل کا اتحاد ان کے ناپاک عزائم کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہوگیا۔ انگریزوں نے کئی راستے بدل کر ملکا تک پہنچنا چاہا لیکن ہرطرف پہاڑوں سے سر ٹکرانے کے سوا انہیں کچھ نہ مل سکا۔ مجاہدین صرف پندرہ سولہ سو تھے البتہ قبائل کی انہیں مکمل معاونت حاصل تھی جبکہ انگریزی فوج کس قدر طاقت اور تعداد کے ساتھ حملہ آور تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ابتدا میں کل فوج پانچ ہزار، ایک سو پیادہ سپاہیوں، دوسو سواروں اور دوسو اسّی توپ خانے پر مشتمل تھی۔

۴نومبر۱۸۶۳ء تک یہ حالت ہوگئی کہ جنرل چیمبرلین مزید کمک کے لیے تار پر تار دے رہا تھا اور پنجاب اور سرحد کی چھاؤنیوں میں سے دن رات فوجیں بھیجی جارہی تھیں۔ بقول آبادشاہ پوری پنجاب کی فوجی چوکیاں سب کی سب خالی ہوچکی تھیں اور حکومت پنجاب وائسرائے کی حفاظتی فوج کے ایک حصے کی خدمات حاصل کرنے پر مجبور ہوگئی تھی......انگریزی فوج کی حالت روز بروز زبوں تر ہوتی جاتی تھی۔فوج پر فوج بھیجی جارہی تھی حتیٰ کہ وسط نومبر تک پنجاب کی چھاؤنیاں خالی ہوچکی تھیں اور میاں میر کے کمانڈنگ آفیسر کو گورنر کے لیے ۲۴ حفاظتی سپاہیوں کی گارد کا انتظام کرنا مشکل ہوگیا تھا۔

قارئین کرام! یہ تھی مجاہدین کی صورتحال جو نہ صرف ابھی کسی منظّم حکومت اور باقاعدہ فوج کی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس زیادہ تر اسلحہ بھی روایتی اور قدیم طرز کا تھا، وہ تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں اور گنڈاسوں سے جاں سپاری کی مثال قائم کررہے تھے۔ بندوقیں بہت کم لوگوں کے پاس تھیں اور وہ بھی توڑے دار چقماقی بندوقیں جبکہ مقابلے میں وقت کی ایک سپر پاور تھی۔ انگریز وقت کے جدید ترین ہتھیاروں، رائفلوں اور توپوں سے مسلح تھے لیکن پھر بھی اس سپر پاور کا یہ حال ہوا کہ مجاہدین نے اسے ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کردیا۔ کیا ہمیں معلوم ہے کہ برطانیہ جیسی طاقت اتنے کم مایہ مجاہدین کے ہاتھوں اتنی ذلیل کیسے ہوئی؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ مجاہدین کے ساتھ تمام قبائلی مسلمانوں نے بھی مکمل یکجہتی اور اتحاد کا

مظاہرہ کیا۔ اس سے پہلے بھی مختلف معرکوں میں جب تک مجاہدین اور قبائلی مسلمان متحد ہو کر لڑتے رہے، انہیں کوئی بڑی سے بڑی طاقت شکست نہ دے سکی لیکن جوں ہی مسلمان آپس میں غداری کرتے ، سارا نقشہ بدل جاتا۔ فتوحات ذلتوں اور پسپائیوں میں بدل جاتیں اور غیر مسلموں کے جبر وظلم کا اقتدار ان پر سایہ فگن ہو جاتا۔ مجاہدین تو شہادتوں کو سینے سے لگا کر کم از کم اللہ کے ہاں سرخرو ہو جاتے لیکن غداری کرنے والے مسلمان بالآخر برے انجام کا شکار ہوتے۔ نہ دنیا میں ان کی کوئی عزت رہتی نہ آخرت میں۔ امبیلا کے اسی تاریخی معرکے میں کہیں تو یہ صورتحال تھی کہ مجاہدین اور مسلمانوں کے اتحاد کے آگے برطانوی ہند کی ساری فوج بھی ناکام ہو گئی تھی۔ وہ اپنے سے دس گنا زائد دشمن کے بھی دانت کھٹے کر رہے تھے لیکن پھر آخر کار کافروں نے مجاہدین کو شکست دینے کے لیے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈال دیا جائے ۔ان کے اندر سے ہی غدار تلاش کیے جائیں۔ مجاہدین اگرچہ اس دفعہ بڑی ہوشیاری سے کافروں کے اس پرانے حربے کو ناکام کرتے آ رہے تھے لیکن آخر کہاں تک......سیم وزر کی چمک نے بالآخر کئی قبائلی سرداروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ پہلے بھی وہ اس طریقے سے کئی بار قبائلی خوانین اور سرداروں کو خرید کر مجاہدین کو کافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ دولت کے لالچ میں آ کر ان قبائلیوں نے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کیا تھا۔ ایک موقع پر پورا کشمیر بھی گلاب سنگھ ڈوگرہ سے مجاہدین کے ہاتھ آ رہا تھا لیکن انگریزوں نے کشمیر کے مسلمان گورنر امام الدین کو

شیشے میں اتار لیا اور یوں یہ تاریخی موقع پھر کبھی حاصل نہ ہوسکا۔اب بھی انگریزوں نے یہی آزمودہ طریقہ استعمال کیا۔انگریزوں نے قبائلیوں کو پیسے کے لالچ کے علاوہ یقین دلایا کہ وہ صرف ہندوستان سے آنے والے ان مجاہدین کے مرکز تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی قبیلے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے چنانچہ ان قبائلی سرداروں کو شیشے میں اتارنے کے بعد انگریزوں کے لیے مجاہدین کے مرکز تک پہنچنے کا راستہ کھل گیا۔ اس اثناء میں بونیری قبائل کا بڑا جرگہ پشاور کے کمشنر کے آستانے پر حاضر ہوا۔ وہ مجاہدین سے علیحدہ ہوجانے کی اچھی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔لیکن انگریز جانتے تھے کہ فریق مخالف اگر ایک مرتبہ اپنے موقف سے ڈگمگا جائے تو پھر وہ کبھی جم کر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ پسپائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔انگریزوں نے ان قبائلیوں کی پیش کردہ شرائط مسترد کر دیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ غداروں کو اپنی شرائط پر نہیں، انگریزوں کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا۔مجاہدین تک پہنچنے کی آڑ میں انہوں نے پہلے لالو کی بستی پر شب خون مارا اور چار سو آدمی ہلاک کر دیے۔پھر امبیلا کی بستی کو آگ لگا دی۔ دو سو آدمی زخمی یا ہلاک ہوئے اور یوں پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے مجاہدین کے مرکز ملکا تک پہنچ گئے۔یہاں مجاہدین نے اگرچہ قربانی و سرفروشی کی عظیم مثالیں قائم کیں، وہ کٹ تو گئے لیکن اس معرکہ سے مسلمانوں پر یہ ثابت ہوگیا کہ جب اپنے ہی غداری پر تل جائیں تو پھر شکست سے بچنا ایک امر محال ہوتا ہے، چاہے ہم دشمن کے مقابلے میں کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ لے آئیں۔لیکن اگر ہم کافروں کے سامنے

سب مسلمان ایک جان ہو کر کھڑے ہو جائیں تو پھر چاہے ہماری تعداد کتنی ہی کم اور اسلحہ بھی چاہے کتنا ہی کم تر ٹیکنالوجی کا حامل ہو، دشمن کبھی ہمارے آگے نہیں ٹھہر سکتا......اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک دفعہ جھکا لیتے ہیں تو پھر یہ بھی آئندہ بلیک میل ہی ہوتے رہتے ہیں اور انہیں کچھ ملنا تو دور کی بات ہے، کافروں کی شرائط پر ہی معاہدے کرنا پڑتے ہیں جیسا کہ آج کل ہمارے جنرل مشرف صاحب کی افغانستان میں خدمات کے عوض بش نے تعریفوں کے پل تو بہت باندھے لیکن عملی طور پر کوئی قابل ذکر ٹھوس مالی امداد دی نہ ہی ایف 16 کی غبن کی ہوئی رقم یا پاکستان کی کشمیر سمیت کسی پالیسی اور مفاد کی حمایت کی گئی۔ وائے افسوس! تاریخ اسلام کے روز اوّل سے لے کر آج تک یہی واقعات اور یہی مثالیں بار بار دہرائی جارہی ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

طالبان کی شکست اور غداری:

آج طالبان کی حکومت کے خاتمے میں بھی غداری نے ہی سب سے بڑا اور اہم رول ادا کیا۔اس کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کچھ نہ کر سکتا تھا جو اس نے اب کر کے دکھایا۔ امریکی حکام کے جب پاکستانی حکمرانوں کے بارے میں یہ ریمارکس تھے کہ انہوں نے ہماری توقع سے بھی بڑھ کر تعاون کیا اور یہ کہ ان کے تعاون کے بغیر وہ کچھ ممکن نہ تھا جو اب ممکن ہوا ہے تو خود افغانستان کے اندر جن افغانیوں نے غداری کی، اس کے تباہ کن اثرات کس قدر زیادہ ہوئے ہوں گے، اس

کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واشنگٹن ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ امریکہ نے افغانستان کے کئی درجن وار لارڈز کو ستر لاکھ ڈالر سے زائد رقم بطور رشوت دی۔ ذاتی اور علاقائی و گروہی مفادات میں ہم کس قدر اندھے ہو جاتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ جناب عطاء الحق قاسمی کے مطابق شمالی اتحاد کے ایک کمانڈر نے افغانستان میں قید پاکستانیوں کی ایک لاٹ ''ساٹھ لاکھ'' روپے میں تھوک کے نرخوں میں خریدی اور پھر ایک ایک قیدی کو کئی کئی لاکھ کے عوض ان کے ورثاء کے ہاتھوں پرچون میں فروخت کر کے کئی گنا زیادہ کمایا۔ غرض جب ہمارے اندر اپنوں کی غداریوں کی یہ صورتحال ہو تو پھر ایسی قوم کو تو ایک معمولی طاقت بھی آسانی سے غلام بنا سکتی ہے۔

④ باہمی اختلاف:

ایک اور دلچسپ تاریخی تجزیہ بھی میں قارئین کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ تو ہمیشہ حسن سلوک کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ وہ چاہے طاقتور اور غالب تھے یا محکوم و مظلوم اور مقہور، کافروں کے ساتھ انہوں نے بدترین حالات میں بھی ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت کم ویسی بدسلوکی کی جیسی کافر ہمیشہ ماضی سے لے کر آج تک موقع ملنے پر مسلمانوں کے خلاف کرتے آئے ہیں لیکن مسلمانوں نے اپنوں کے ساتھ ایسا سلوک ضرور کیا جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بنو

امیہ اور بنو عباس کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنا باہمی اختلاف ختم نہیں کر سکتے اور شاید یہ عملاً سو فیصد ممکن بھی نہ ہو، مختلف نظری اور تدبیری امور میں ہر قوم، ہر جمعیت اور ہر تنظیم میں اختلافات رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن کیا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنی توقع بھی نہیں کر سکتے کہ جب مسلمانوں کے ایک گروہ، ایک تنظیم، ایک قوم یا ایک ملک کا مقابلہ کافروں سے ہو تو کم از کم اس وقت اپنے اپنے اختلافات اور مفادات کو بھلا کر دشمن کے مقابلے میں یکجا ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بھائی کو کافروں کے ہاتھوں مروا کر یا انہیں کافروں کے حوالے کر کے خود بچ جاؤں گا...... نہ اس کا دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ کاش ہم اپنے نبی ﷺ کے اس فرمان کو ہی حرز جاں بنالیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمُ لاَ یَظْلِمُهُ وَلاَ یُسْلِمُهُ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))

[صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظم المسلم، حدیث : ۲۴۴۲]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے کسی کافر کے حوالے کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت میں مشغول ہو،

اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا اور جو کوئی مسلمان (کی برائی) کا پردہ رکھے گا، اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔''

ہمارا آپس میں باہمی طور پر چاہے جتنا بھی اختلاف ہو، ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کافروں کا باہمی اختلاف ہم سے زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ جب بھی کوئی ایک کافر ملک مسلمانوں کے مقابلے میں آتا ہے تو باقی کافر اپنے تمام اختلاف بھلا کر مسلمانوں کے اس دشمن کافر ملک کی پشت پر آموجود ہوتے ہیں۔

انڈیا اگر کشمیر پر کوئی حق اور انصاف کی بات ماننے کو تیار نہیں تو کیا کسی بھی اور کافر ملک نے انڈیا کو اس کے ظلم و جبر سے باز رکھنے کی کوئی کوشش کی بلکہ الٹا وہ پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لیے سرحدوں پر فوج لے آیا تو پہل انڈیا کی طرف سے ہونے کے باوجود یہ کافر ممالک صرف انڈیا کو سمجھانے کی بجائے پاکستان اور بھارت دونوں کو کشیدگی کم کرنے کا کہتے ہیں۔ گویا دونوں کو کشیدگی کا برابر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ انڈیا کے واضح جارحانہ اقدامات کے باوجود صرف اس کی مذمت کوئی کافر نہیں کرتا۔ اب بھی امریکہ نے پاکستان کی تھوڑی سی امداد کی تو اس کے عوض یہ شرط بھی لگائی کہ پاکستان نہ صرف انتہا پسندوں (مجاہدین) کے خلاف سرگرمی سے کام کرتا

رہے گا بلکہ بھارت کے ساتھ کشیدگی میں بھی کمی لائے گا۔اس سے ثابت کیا جارہا ہے کہ پاکستان ہی بھارت کے ساتھ کشیدگی پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اسرائیل کے معاملے میں کافروں کا یہ روّیہ اس سے زیادہ ظالمانہ اور جانبدارانہ ہے۔ اسرائیل اپنے تمام تر ہلاکت خیز ہتھیاروں، میزائلوں اور ٹینکوں سے بلاناغہ فلسطینیوں کا قتل عام کرتا ہے اور بے چارے فلسطینی چار ہزار سال پرانے اسلحے غلیل سے بھی اس کا جواب دیں تو انہیں بھی تشدد کا اتنا ہی ذمّہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جتنا کہ اسرائیل کو...... بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکہ اور کئی دوسرے ممالک کھلم کھلا صرف مظلوم فلسطینیوں کو ہی تشدد اور دہشت گردی کا ذمہ دار قرار دینے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ یاسر عرفات جس نے ہمیشہ ان کافروں کے مفادات کی پاسداری کا کردار ادا کیا اور خود کو مسلمانوں میں لبرل اور معتدل لیڈر کے طور پر پیش کیا لیکن اس کی ''خدمات'' کا بھی یہ صلہ دیا گیا کہ وہ بھی اب ناقابل اعتبار ٹھہرا ہے۔ اس کی ایسی تصویریں نیوز ویک میں شائع کی جارہی ہیں جن میں اسے زنجیروں سے بندھا ہوا اور الٹا لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں سے غداری کرنے والے کا عصر حاضر میں ہمارا آنکھوں دیکھا انجام۔

کاش! ہمارے دوسرے لیڈر اور حکمران اس سے عبرت حاصل کریں۔ تاریخ سے سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ عزت اور حمیت وغیرت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر اس راہ میں موت بھی آجائے، بظاہر دنیاوی طور پر شکست بھی ہو جائے تو

پھر بھی اس انسان کی عزت پہلے سے کئی سو گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ عارضی شکست اور تباہی بعد میں بڑی فتح کا پیش خیمہ بن جاتی ہے لیکن بے غیرتی اور بے حمیتی قوموں پر غلامی و پستی اور ذلت کی طویل رات مسلط کر دیتی ہے۔

((فَاعُتَبِرُوُا یَا اُولِی الاَبُصَارِ))

سقوط بغداد کیوں ہوا؟

جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو کچھ ہمارے اعمال تھے، پھر اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

دل تو بہت گرفتہ ہے، آنسو بہانے کو بھی اس قدر جی چاہتا ہے کہ جس سے شاید ندیاں بھی رواں ہو جائیں، ہوش وحواس اور دماغ اپنے ٹھکانے سے باہر جاتا محسوس ہوتا ہے، امت مسلمہ کی حالت زار دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، ہائے سفینۂ امت کس طرح جگہ جگہ لٹ رہا ہے، مسلمانوں کا خون تیل اور پانی سے بھی سستا ہو گیا۔ پہلے سقوط کابل ہوا، اب سقوط بغداد۔ آہ! ایک طرف تو وہ مسلمان ہیں جو گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں بلکہ یہ پرانی مثال تو اب ان پر پوری نہیں اترتی، اب تو مسلمانوں کو بڑے بڑے بم پھینک کر پاؤڈر بنایا جا رہا ہے۔ ان کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ لیکن دوسری طرف جو مسلمان بچے ہوئے ہیں، وہ صرف تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ان کی اکثریت کو شاید اپنے مسلمان بھائیوں کی حالت پر ایک لمحے یا چند لمحوں کے لیے افسوس ہوا ہو اور پھر وہ ویسے ہی اپنی زندگی کے معاملات اور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو گئے۔ انہیں یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں کہ یہ سقوط بغداد آخر کیوں ہو گیا؟

ہمارے ساتھ یہ مسلسل المناک حالات کیوں پیش آ رہے ہیں؟ وہ اپنی قیمتی مصروفیات اورتفریح کے اوقات میں سے اتنا ہی وقت نکال سکتے ہیں کہ امت کی حالت زار پر ایک دو لمحے افسوس کرلیں اور بس اس سے زیادہ مغرب کی دی ہوئی مشینی اور مادی زندگی نے ان کے پاس وقت چھوڑا ہی نہیں ۔لیکن کئی ایسے بد بخت بھی تھے جنہیں ایک لمحے کے لیے بھی افسوس نہ ہوا۔ یہ بات میں اس لیے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسے لوگ اخبارات کے صفحات پر آن دی ریکارڈ اپنے وجود نامسعود کا پتہ دیتے رہے ہیں۔ میں ایسے ایک شخص کا نام تو کھل کر لینا چاہوں گا جو خود کو مسلمان کہلا کر بھی عراق پر امریکی حملے کی کھل کر حمایت کرتا رہا دنیا بھر کے کروڑوں ضمیر پسند غیر مسلم بھی عراق پر امریکی حملے کی مذمت کرتے رہے لیکن یہ غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہوگئے۔حسن نثار نامی اس دریدۂ دہن شخص نے جو ویسے تو غریبوں کو دال روٹی اورانصاف دلانے کا بڑا مدعی ہے اور اس مقصد کے لیے روزانہ جنگ کے صفحات کالے کرتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں پر جہاں بھی کافر کوئی بھی ظلم وزیادتی کریں، اسے یہ سب کچھ اپنے آقاؤں کی کرم گستری ہی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ عراق پر امریکی حملے کو اس نے عراقی عوام کے لیے غیبی امداد قرار دیا اور لکھا کہ امریکی حملے سے ہوسکتا ہے کہ ہزار لاکھ انسان مارے جائیں لیکن ان کی آئندہ نسلیں آمریت سے تو آزاد ہوجائیں گی۔ جب قوم وملت میں ایسے بے ضمیر، بے حس، بے شعور اور بے بصیرت انسان موجود ہوں کہ جنہیں انسان لکھتے ہوئے بھی گھن آتی ہے، تو پھر اس قوم

کا یقیناً اللہ ہی حافظ ہے۔ ان لوگوں کو سمجھ شاید اس وقت ہی آ سکتی ہے جب ایسے
چند ہزار لاکھ انسانوں میں ان کے اپنے بہن بھائی، والدین اور بیوی بچے شامل ہوں،
یہ ان کی چیخیں اور آہیں سنیں لیکن یہ وہاں بھی اپنے عزیزوں اور جگر کے ٹکڑوں کو یہ کہہ کر
تسلی دیں کہ گھبرانا نہیں، بموں کی اس آگ میں تمہارے کچھ چیتھڑے تو اڑ جائیں
گے، کچھ گوشت پاؤڈر بن کر خاک ہو جائے گا، تمہارا جسم زخموں سے کچھ بھر جائے گا
تو کیا ہوا؟ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں تو اب سکون سے آزادی اور مسرت و شادمانی
کے دن گزاریں گی۔ جب اپنے سر پر پڑے گی، پھر ایسا دل گردہ دکھائیں گے تو معلوم
ہوگا کہ ان کی یہ ''آزادی'' اور یہ ''دال روٹی'' کس بھاؤ ملتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ
انہیں یہ دن نہ دکھائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شقی القلب لوگوں کو یہ دن دیکھے بغیر
سمجھ نہیں آنے والی۔ آج کل جس بھی چھوٹے بڑے ہوٹل میں جائیں، وہاں کیبل ٹی
وی ضرور لگا ہوتا ہے۔ عراق پر بمباری کے دنوں میں جب ہم ایک ہوٹل میں کھانا
کھانے گئے تو وہاں کیبل پر ورلڈ کپ کا میچ دیکھا جا رہا تھا۔ ہم نے ہوٹل والے سے کہا
کہ بھائی اگر ٹی وی لگانا ہی ہے تو خبروں والا کوئی چینل لگا دو تا کہ ہمارے عراقی
بھائیوں کی کچھ حالت زار کا پتہ تو چلے۔ کہنے لگے، وہاں کیا ملنا ہے؟ ایسے دل خراب
کرنے والی بات ہے۔ یعنی آپ میچ دیکھیں۔ خوش کن اور دل لبھانے والے چینل
دیکھیں اور عراق کی خبریں دیکھ کر اپنا دل خراب نہ کریں، ہمیں زندگی کے مزے لینے
دیں، مصیبت آئی ہے تو عراقیوں پر آئی ہے، ہمارے اوپر تو نہیں آئی۔ ہم کیوں اپنی

عیاشیوں کے رنگ میں بھنگ ڈالیں۔ جب ہمارے احساسات اورفکروشعور کا یہ عالم ہوتو پھرقومیں تباہیوں سے کس طرح بچ سکتی ہیں۔

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

خودفریبی چھوڑیں، بغیراصلاح کیے ہم اپنی باری کوٹال نہیں سکتے:

ہمارے ہاں جومسلمان کافروں کے ظلم وستم سے بچے ہوئے ہیں، وہ اس زعم میں مبتلاہیں کہ ہمارے اندرکوئی ایسی قابلیت اورعقلمندی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ جومسلمان مارے جارہے ہیں ،یقیناً ان کا کوئی نہ کوئی قصوریانااہلی تھی جس کی وجہ سے وہ بچ نہیں سکے...... حالانکہ باری سب کی باری باری آرہی ہے۔ بوسنیا، کوسووا، چیچنیا، برما،فلسطین، کشمیر، افغانستان،عراق، کتنی باریاں لگ چکیں لیکن ہماری آنکھیں پھربھی نہ کھلیں۔ کبوترکی طرح ہم نے آنکھیں بندکی ہوئی ہیں اورشترمرغ کی طرح ریت میں منہ چھپاکرسمجھتے ہیں کہ خطرے کا کہیں دوردورتک نام ونشان نہیں۔ویسے اپنی باری کی باربارتردیدسے معلوم ہوتاہے کہ ہماری چھٹی حس ہمیں بتاضروررہی ہے کہ ہماری گردن بھی کسی وقت دبوچی جاسکتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حکمران کافروں کے آگے جھک کرہمیں بچالیں گے حالانکہ صدام سے زیادہ کسی نے کیا جھکناہے۔اس نے امریکہ کی ہرشرط مان لی لیکن حملے سے پھربھی نہ بچ سکا۔کافروں کا توآج منشورہی یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے وسائل کو ہرصورت تباہ

کرو۔ پھر تعمیر نو کے نام پر اس ملک کی دولت کو خوب لوٹو اور ان پر قبضے بھی کرو۔ عراق کم تر خطرناک ہتھیاروں کے باوجود نہ بچا تو پاکستان کئی گنا زیادہ خطرناک ہتھیاروں اور ایٹمی میزائلوں کی موجودگی کے باوجود کیسے بچ سکتا ہے؟ لیکن ہم خود کو فریب میں ڈالے رکھنا اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمارا حال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس نے دیر یا بدیر ایک دن ضرور مرنا ہے۔ اسے جب کہا جاتا ہے کہ بھائی موت کی تیاری کرلو، اپنے اعمال بہتر کرلو تاکہ کل اگلے جہان میں اصل اور پائیدار و مستقل زندگی بہتر اور پرسکون گزار سکو لیکن اس کے اعمال بتاتے ہیں کہ اسے اپنی موت کا یقین نہیں ہے۔ اس کے سامنے روزانہ اس کے عزیز و اقارب، محلے دار، پڑوسی اور اس کے ہم شہر و ہم وطن مرتے ہیں لیکن اسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کی موت فلاں بیماری، فلاں بے احتیاطی یا فلاں حادثے کی وجہ سے ہوئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بڑا عقلمند ہوں، بڑی احتیاط سے زندگی گزارتا ہوں، انہیں تو زیادہ سمجھ ہی نہیں تھی کہ کس چیز سے بچنا چاہیے اور کس چیز سے نہیں بچنا چاہیے۔ وہ اگر فلاں غلطی نہ کرتے تو شاید بچ جاتے۔ فلاں کام نہ کرتے، فلاں پرہیز کرتے، دوائی صحیح کھاتے یا گاڑی صحیح چلاتے تو ان کا یہ انجام نہ ہوتا۔ میں تو بڑا سوچ سمجھ کر اور تمام زمینی حقائق کو دیکھ کر چلنے والا ہوں، اس لیے میری باری تو شاید نہ لگے، مجھے تو شاید موت ہی نہ آئے اور اگر آئی بھی تو کم از کم ابھی اس کا دور دور تک امکان نہیں۔

غرض ہم نے ہر معاملے میں خود فریبی کا انداز اپنایا ہوا ہے اور اسی خود فریبی کی

خیالی جنت میں رہ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہر طرف سے محفوظ ہوگئے ہیں۔آج جو تباہی و بربادی ہمارے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے تو دور کی کوڑیاں لا کر ہم اس کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں، حالانکہ اس کے اسباب بھی ہمارے آس پاس ہی موجود ہیں...... دور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔فرمایا:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم: ٤١)

''خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہوگیا ہے تو وہ لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب سے ہے۔ اس لیے کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل چکھا دے تا کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔''

جی ہاں! یہ ہمارے اعمال اور یہ ہمارے کرتوت ہی ہیں جن کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔

صرف مسلمانوں پر عذاب کیوں؟:

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اللہ کی نافرمانیاں تو ہمارے دشمن کافر، یہودی، صلیبی اور ہندو وغیرہ کر رہے ہیں۔پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر تو کوئی عذاب نہیں، سارے عذاب ہم پر ہی نازل ہو رہے ہیں ؎

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

تواس کا جواب بھی ہمارے اپنے درمیان موجود ہے۔ کیا یہ انسانوں کی فطرت نہیں کہ وہ اپنے کھلے دشمن سے تو اتنی نفرت نہیں کرتا لیکن کوئی اس کا دوست بن کر اس سے غداری کر جائے تو سب سے زیادہ نفرت و عداوت کے جذبات اس غدار کے خلاف موجزن ہوتے ہیں...... سب سے پہلے انسان اسی سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے...... اگر کسی کی بیوی اس سے بے وفائی کر جائے، کھائے پیے اور پہنے شوہر کا، زوجہ وہ اس کی کہلائے لیکن پیار کسی اور کے ساتھ کرے، رنگ رلیاں کسی اور کے ساتھ منائے، شوہر کی محبت میں وہ شریک کسی اور کو کرے تو کیا ایسی بیوی کو کوئی شوہر برداشت کرے گا۔ جب ہماری آپس میں غیرت کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تو سب سے زیادہ غیرت والا ہے...... کیا ہم اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ سے اپنی محبت کے دعوے کیے...... خود کو موحد اور دوسروں کو مشرک کہا لیکن خود اسی جرم قبیح کے مرتکب ہوئے جس کا طعنہ دوسروں کو دیتے تھے...... کلمہ پڑھ کر بھی ایسے ایسے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں کہ کافروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ہمارا بہت بڑا جرم...... شرک:

آج ہی ذرا ہم اپنے درباروں اور قبرستانوں کا حال جا کر دیکھیں...... وہاں کیا کیا شرک نہیں ہو رہا۔ جو سجدے بتوں کو کیے جاتے تھے، وہی سجدے قبروں کو کیے جا رہے ہیں...... جو طواف اللہ کے گھر کے لیے خاص تھا، وہ طواف ان قبروں کا کیا جاتا ہے...... جو نذر و نیاز صرف اللہ کے لیے خاص تھی، وہ غیر اللہ کے نام کی دی جاتی

ہے۔ پیروں، فقیروں، ولیوں اور بزرگوں کے نام کی دیگیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہماری غیرت وحمیت کا تو یہ حال رہا کہ کافر اپنے تمام تر لاؤ ولشکر کے ساتھ مسلمانوں کو نیست ونابود کررہا تھا لیکن ہم اس کے خلاف احتجاج کے لیے اتنا بھی سڑکوں پر نہ نکلے جتنا ان درباروں کے عرسوں کے لیے نکلتے ہیں۔ کسی کو شک ہو تو دیکھ لے کہ صرف لاہور میں سید علی ہجویری المعروف داتا دربار کے عرس پر لاہوری ہر سال اس قدر نکلتے ہیں کہ سارا دن اور ساری رات پورے لاہور میں ٹریفک جام رہتی ہے۔ امریکہ کے خلاف ملین مارچوں کے لیے لوگوں کو دور دراز سے بسیں بھر کر لانا پڑتا ہے لیکن اس عرس کے لیے پورا لاہور امڈ پڑتا ہے...... لاہور کا کوئی کونہ اور کوئی محلّہ ایسا نہیں رہتا جہاں سے اس عرس کے لیے ہزاروں لاہوری دھمال ڈالتے اور رقص کرتے ہوئے شریک نہ ہوتے ہوں...... سوچیے کیا اولیاء سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے عرسوں پر جایا جائے ...... خوب بھنگڑے اور رگڑے لگائے جائیں۔ شرک اور فحاشی کے ریکارڈ توڑے جائیں۔

ویسے تو عید میلاد منانا بھی کرسمس کی نقل ہے...... اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا نہ بعد میں صدیوں تک کبھی یہ منائی گئی۔ ۲۰، ۳۰ سال پہلے ہی یہ شروع ہوئی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ عید بھی ہم انڈین گانوں پر فحش اور ڈسکو ڈانس کر کے مناتے ہیں یا پھر شرکیہ نعتیں پڑھتے ہیں۔ جب ہمارے اعمال کا یہ حال ہو، ہم اللہ کی سب سے بڑی بغاوت کے مرتکب ہوں، ایک ایسے جرم کو اعلانیہ کرتے ہوں جسے اللہ نے ناقابل

معافی جرم کہا ہوتو پھر مصیبتیں اور ذلتیں ہمارا مقدر کیوں نہ بنیں؟......سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

(النساء:٤٨)

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔''

ذرا ہم اپنے ماں باپ آدم وحوا علیہما السلام کی طرف نظر دوڑا کر دیکھیں ......ان سے ایک معمولی سا جرم سرزد ہوا کہ انہوں نے ایک ممنوعہ درخت کا پھل چکھ لیا۔ یہ جرم بھی ان سے محض غلط فہمی اور شیطان کے بہکاوے کے نتیجے میں ہوا لیکن اس معمولی جرم کی بھی انہیں یہ سزا ملی کہ ان کے کپڑے اتار دیے گئے اور انہیں جنت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اللہ نے انہیں بطور سزا زمین پر بھیج دیا کہ اب وہ اپنی دوبارہ اصلاح اور توبہ کے بعد ہی جنت میں داخل ہوسکیں گے۔ جب آدم وحوا علیہما السلام کو ایسے معمولی جرم کی اس قدر سزا ملی تو ہم نے تو کوئی جرم نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو۔

عراقی بھائیوں پر آتش وآہن اور بارود کی بارش ہو رہی تھی لیکن ہم پھر بھی بڑی بے باکی سے شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے رہے کہ بغداد سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شہر ہے۔ وہ غوث الاعظم ہیں یعنی معاذ اللہ سب انسانوں کی فریادیں سننے

والے، سب سے بڑے ولی ہیں، وہ اپنے بغداد کو خود ہی بچالیں گے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ بغداد تو کیا بچنا تھا، خود شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا گنبد بھی بمباری سے تباہ ہوگیا۔ اس تباہ شدہ گنبد کی تصویر سارے اخبارات میں شائع ہوکر ہم نام کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئی کہ لوگو! کوئی زندہ یا مردہ مخلوق فریادیں سننے والی فریادرس نہیں ہوسکتی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دربار کو نہیں بچاسکے، وہ دوسروں کے غوث یا فریاد رس کیسے ہو سکتے ہیں؟ داتا، مشکل کشا، دستگیر، فریاد رس اور غوث تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾

(النمل:٦٢)

”کون ہے جو بے قرار و مجبور کا فریاد رس (غوث، داتا، مشکل کشا) ہے جب کہ وہ اسی (اللہ) کو پکارے اور وہی اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔“

شرک تو ایسا حساس اور بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ فرمادی کہ اگر آپ بھی شرک کریں گے تو اللہ آپ کے اعمال بھی ضائع کردے گا۔ فرمایا:

﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

[الزمر : ٦٥]

”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تم زیاں کاروں

میں ہو جاؤ گے۔''

حالانکہ انبیاء سے شرک کا صدور ممکن نہیں اور آپ ﷺ تو نبیوں کے سردار تھے لیکن اس طرح لوگوں پر واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ کو شرک کس قدر ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے لوگوں پر یہ بھی واضح کردیا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴾ (یونس:۴۹)

''(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو بتا دیجیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں۔''

لیکن یہاں نبیوں کو تو کیا، ولیوں کو بھی مشکل کشا، داتا، دستگیر اور غوث بنایا جا رہا ہے اور آج کل تو ولی بھی ایسے ہیں جو مادر زاد ننگ دھڑنگ اور نماز، روزہ اور طہارت سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں، ہم پھر بھی ان سے چمٹے ہوتے ہیں تو پھر اللہ کا غضب ہم پر کیوں نہ بھڑکے گا۔

امت کی نافرمانیوں کا خمیازہ اہل حق کو بھی اٹھانا پڑتا ہے:

بعض لوگوں کو یہ شبہ بھی ہے کہ طالبان تو صدام سے زیادہ اسلام سے مخلص اور توحید کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ نے انہیں بھی امریکہ کے مقابلے میں فتح و نصرت سے کیوں نہ نوازا۔ اس کا جواب ہمیں غزوۂ احد میں باآسانی مل سکتا ہے کہ وہاں تو خود ہادیٔ کائنات نبی آخرالزماں ﷺ کی ہستی موجود تھی لیکن اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہوئی کہ مسلمانوں کی فتح بھی عین آخری وقت پہ شکست میں بدل گئی۔ تو اس کی وجہ محض چند

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معمولی غلطی تھی اور یہ بھی محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ انہوں نے کسی جرم کو جانتے بوجھتے نہ کیا تھا۔ انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے پر کھڑا کیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، پرندے چاہے ہماری بوٹیاں نوچ جائیں، یہ جگہ اور یہ مورچہ نہیں چھوڑنا...... مسلمانوں کو بالآخر فتح مل گئی اور وہ مال غنیمت حاصل کرنے لگے...... ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ جنگ کا فیصلہ تو ہوگیا، نتیجہ بھی ہمارے حق میں آ گیا، کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ اب انہوں نے بھی مال غنیمت کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ چند صحابہ کرام کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی نادانستہ خلاف ورزی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی...... کفار نے اسی ٹیلے سے دوبارہ حملہ کیا۔ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں سے میدان اٹ گیا...... ستر زخمی ہوئے...... خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم کھانے پڑے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، سر پر شدید چوٹیں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان نے یہ نعرہ بلند کردیا کہ: ((أُعلُ هُبُلُ)) ''ہبل کی جے''

اس پر نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاموشی توڑنی پڑی کیونکہ کفار سمجھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت مسلمانوں کے تمام سرکردہ کمانڈر شہید ہوچکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بتادیا کہ یہ کافروں کی غلط فہمی ہے۔ اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکتا، یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ مسلمانوں کو وقتی شکستیں تو ہوسکتی ہیں لیکن آخری فتح ہمیشہ حق اور

اسلام کی ہوگی۔

بہر حال اس غزوہ سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ چند افراد کی غلطی کا خمیازہ پوری امت کو اٹھانا پڑتا ہے جبکہ آج تو صورتحال الٹ ہے کہ بمشکل چند افراد نے حق اور دعوت و جہاد کا پرچم تھاما ہوا ہے لیکن اکثر نے غلطیوں اور گمراہیوں کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نادانستہ نافرمانی کی تو اس غلطی کے خمیازے سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم عن الخطاء ذات بھی نہ بچ سکی تو آج امت کی اکثریت اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بغاوت کی حد تک نافرمانیاں کر رہی ہے ۔ان عظیم غلطیوں کے خمیازے سے مجاہدین ،طالبان یا حق کا کوئی چھوٹا سا گروہ کیسے بچ سکتا ہے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کو پہچاننے اور ان کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ورنہ مصیبتیں اور تکلیفیں ہم پر نازل ہوتی رہیں گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ علامات قیامت کے ضمن میں ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد مشرق و مغرب اور جزیرہ عرب (تین جگہ) میں خسف ہوگا۔ میں نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمیں زمین میں دھنسایا جائے گا جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) جب اہل زمین خبائث میں بڑھ جائیں گے۔ (مجمع الزوائد ۱۱/۸)

دیگر احادیث کی روشنی میں یہ نیک لوگ خبیثوں کے ساتھ ہلاک تو ہو جائیں گے لیکن قیامت کے روز انہیں ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

[فتح الباری ۱/۱۱]

علاوہ ازیں دوسری احادیث کے مطابق دھنسائے جانے والے عموماً وہ لوگ ہوں گے جو فسق و فجور، زنا اور ناچ گانے میں تمام حدیں توڑ دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبیث اکثریت کا وبال نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

آج ہم اپنی حالت دیکھیں، کون سی خباثت ہے جس کو ہم نے گلے نہیں لگایا ہوا۔ اپنے چہرے سے لے کر اپنے گھر، خاندان ملک اور معاشرہ تک ہر چیز کا حلیہ ہم نے ایسا بگاڑا ہوا ہے کہ کسی طرح سے بھی کوئی یہ شناخت نہیں کرسکتا کہ یہ کوئی مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ حجامت کرتے ہیں تو انگریزوں والی...... سنت رسول ﷺ سے ہمیں نفرت اور کراہت ہے۔ روزانہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے داڑھی کو اپنے چہرے سے صاف کر کے غلیظ نالیوں میں پھینکتے ہیں۔ ویسے ہم بڑے عاشق رسول ﷺ کہلاتے ہیں...... لباس ہمیں عیسائیوں والا پسند ہے۔ پینٹ شرٹ اور ٹائی کی صورت میں گلے میں صلیب لٹکا کر ہمیں فخر محسوس ہوتا ہے۔ گھر بڑے عالیشان چاہتے ہیں۔ فضول اور بے مصرف سجاوٹوں پر بے بہا پیسہ خرچ کرنا ہمارے سٹیٹس کا تقاضا ہے۔ نبی ﷺ نے تو آرائشی پردے لٹکانے سے بھی منع فرمایا لیکن ہم گھر کے ایک ایک کونے کو سجانے پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کفن کے لیے بھی اپنی پرانی چادروں کے استعمال کا حکم دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک نیا کپڑا تو زندوں کے کام آنا چاہیے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیوند لگے کپڑے استعمال

کر لیتے تھے لیکن ہمارے لیے کپڑوں اور جوتوں کی بھر مار ہے۔ ہر موسم، ہر تقریب کے الگ الگ جوڑے ہیں بلکہ دن اور رات کے بھی الگ الگ لباس ہیں۔ پھر گھروں کو ٹی وی، کیبل، گانے بجانے اور فحاشی کے آلات سے بھرا ہوا ہے۔ پردے کا نام ونشان نہیں۔ یوں تو ہم غریب کہلاتے ہیں۔ حکومت بھی ضرورت پڑنے پر غربت کا رونا روتی ہے لیکن عوام کو فوڈ سٹریٹس بنا کر بھی دیتی ہے تاکہ اس ''غریب عوام'' کو اپنی پونجی خرچ کرنے کا موقع مل سکے......اور ''غربت'' دور ہو سکے......ملکی نظام کا الگ ستیا ناس ہے۔ یا تو ایک فرد کا آمرانہ قانون چلتا ہے یا پھر پارلیمنٹ کی صورت میں اکثریت کا قانون چلتا ہے، انگریزوں کا نظام چلتا ہے، پارلیمنٹ کی بالادستی کی باتیں ہیں۔ اللہ کے قانون کی کسی کو پروا نہیں۔

ہماری خباثت کی انتہا تو یہ ہوگئی کہ جن دنوں افغانستان اور عراق میں ہمارے لاکھوں مسلم بھائیوں کو بمباری سے مارا جا رہا تھا، نہ صرف ہمارے سرکاری میڈیا ریڈیو، ٹی وی پر راگ ورنگ کے پروگرام جاری رہے اور ہندوانہ بسنت کے جشن بھی منانے گئے بلکہ اس بے حسی کا عوام بھی شکار ہوئے اور وہ بھی دن رات فحش فلموں اور پروگراموں میں برابر مست رہے۔ پھر فلمیں بھی ہمیں پاکستانی سے زیادہ انڈین پسند ہیں۔ جس گھر میں، بس میں، ہوٹل میں جاؤ دیکھ لو ہر جگہ انڈین فلمیں ہی لگی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل ہندوانہ عقائد اور رسوم کو اپنا رہی ہے۔ ہندو سے نفرت بھی کم ہو رہی ہے۔ کرکٹ میچوں میں جو تھوڑا بہت بھارت سے تعصب ہے، وہ بھی بالآخر ختم

ہوجائے گا۔ یہ ہوتا ہے فحاشی کی راہ پر چلنے کا نتیجہ۔حکمران بھی مکمل اس کی سرپرستی فرماتے ہیں۔بمباری کے دنوں میں بھی اس ملک کے حکمرانوں نے راگ ورنگ کے پروگراموں کا سلسلہ جاری رکھا۔فضائی حادثے میں فوج کے کچھ افسر مارے گئے تو قومی سوگ منایا گیا۔ریڈیو ٹی وی پر موسیقی بند رہی جبکہ لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر جشن منائے گئے ۔حکمران یہ تاثر دیتے تھے کہ وہ امریکی طاقت کی وجہ سے پالیسی بدلنے پر مجبور ہیں لیکن اگر یہ مجبور بھی تھے تو کیا مجبوروں کا یہ انداز ہوتا ہے کہ وہ اپنی تباہی پر جشن مناتے ہیں......ان کی پیشانیوں پر سوگ وافسوس کی کوئی لکیر پھوٹنے کی بجائے مسرت وشادمانی کے نغمے پھوٹ پڑتے ہیں۔غرض حکمران اورعوام سب ہی بڑی بے باکی کے ساتھ اپنی خباثتوں میں مگن رہے......عذاب قریب دیکھ کر بھی اللہ کا خوف ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا......پھر کافر ہم پر مسلط کیوں نہ ہوں۔ حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ نے ایک خطبۂ جمعہ میں کیا ہی معنی خیز بات کی۔انہوں نے کہا،کافر ہمیں مارتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم کہتے ہیں، نہیں ہم مسلمان نہیں، ہم بنیاد پرست نہیں......ہم تو بڑے لبرل، روشن خیال اور سیکولر ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حالات میں سچ فرمایا تھا ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلوتہی کا عذاب:

ہمارا ایک اور بڑا جرم جس کی وجہ سے ہم عذاب الٰہی کا شکار ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلوتہی ہے...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلم اُمہ کا امتیاز ہی یہ بتایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے (اس لیے کہ) تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْكُمْ قَوْمًا ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ)) [مسند احمد: ۵/ ۳۹۰ حدیث: ۲۳۳۲۷]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اچھائیوں کا حکم اور برائیوں کی مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دوسری قوم

مسلط کر دے گا پھر گو تم دعائیں کرو لیکن قبول نہ ہوں گی۔‘‘

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ تو پچھلی امتیں بھی جب چھوڑتی تھیں تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا تھا جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے اہل پر الٹ دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس میں ایک تیرا بندہ ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’اس کو اور تمام بستی والوں کو الٹ دے۔ میرے دین کے سبب کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا تھا۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ محض خود نیک اور پارسا بنے رہنا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو برائیوں سے بچانا اور نیکی کی طرف لانا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے...... دوسری بات یہ کہ جب اللہ کا عذاب اپنے نافرمانوں پر آتا ہے تو ایسے نیک اور پارسا لوگ بھی بچ نہیں سکتے جو محض راہب اور صوفی بن کر اپنی کٹیا میں ہی گوشہ نشین رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل کسی کو صحیح بات بتائی جائے، شرک و بدعت اور فحاشی وغیرہ سے ہٹانے کی کوشش کی جائے تو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ چھوڑو یار، کسی سے کیوں الجھتے ہو جو جہاں لگا ہے، لگا رہنے دو۔

تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے یہود کے ایک ایسے ہی گروہ کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا جنہیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا لیکن وہ حیلہ کر کے ہفتے کے دن گڑھے کھود کر مچھلیاں جمع کر لیتے اور اتوار کو پکڑ لاتے۔ ان میں بعض نیک دل اور سچے مسلمان انہیں اس حیلہ جوئی سے منع کرتے جبکہ ایک اور گروہ وہ تھا جو مصلحت پسند اور ''زمینی حقائق'' کو سمجھنے والا تھا۔ وہ دونوں فرقوں کا ساتھ دیتا تھا۔ خود تو شکار نہ کھیلتے تھے لیکن شکار کھیلنے والوں کو منع بھی نہ کرتے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ تم اس قوم کو کیوں وعظ و نصیحت کرتے ہو، تم اپنا فرض بھی ادا کر چکے، انہیں منع کر چکے، جب نہیں رکتے تو انہیں چھوڑو۔ یہ کشمکش جاری رہی اور بالآخر اللہ کا عذاب آیا تو اس کا شکار دونوں گروہ بنے یعنی شکار کرنے والے بھی اور شکار سے منع نہ کرنے والے بھی۔ دونوں ہی کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ ان کی شکلیں انسانوں جیسی اور باقی جسم بندروں جیسا تھا۔ تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی نسل نہیں ہوئی کیونکہ تین دن سے زیادہ کوئی مسخ شدہ قوم زندہ نہیں رہتی۔ انہی کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَھُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خَاسِئِیۡنَ ۝ فَجَعَلۡنٰھَا نَکَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡھَا وَ مَا خَلۡفَھَا وَ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴾ [البقرہ: ٦٥-٦٦]

''یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد

سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ اسے ہم نے اگلے پچھلوں کے لیے عبرت کا سامان بنا دیا۔''

آپ ﷺ کی دعا کے سبب مسلمانوں پر کبھی ایسا عذاب تو نہیں آئے گا کہ ان کا نشان ہی مٹ جائے لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر فرائض چھوڑنے کی وجہ سے چھوٹے عذاب آتے رہیں گے۔

ہمارے علماء اور خطباء عموماً اس فریضہ سے غافل ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا حالانکہ یہ جلسے دعوت و تبلیغ سے زیادہ مقررین کی ذاتی شہرت اور پارٹیوں کی نمود و نمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ ہم ہر ہر گھر اور ہر ہر فرد تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائیں۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، کوئی موقع دعوت سے خالی نہ جانے دیں۔

اصلاح و تطہیر مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دے گی:

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اشارات آنے کے بعد ضروری ہے کہ ہم اپنی مکمل اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

عالم اسلام کے جس جس گروہ اور جس جس ملک سے جو جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی جو جو نافرمانیاں ہوئی ہیں، ان سب کو فی الفور دور کیا جائے۔ ۱۹۲۴ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد کافر طاقتوں کی سازشوں سے خلافت اسلامیہ کی

صورت میں مسلمانوں کی مرکزیت ختم کردی گئی ...... اور عالم اسلام ۵۵ کے قریب ملکوں میں تقسیم ہوگیا۔اب ہر مسلم ملک کے حکمران کا فرض تھا کہ وہ اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتا، اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی قانون نافذ کیا جاتا اور پھر آہستہ آہستہ سب مسلم ممالک کو ایک بار پھر خلافت کے پرچم تلے لایا جاتا جس کے ہوتے ہوئے کافر استعماری ممالک کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کبھی راہ نہ ملتی تھی۔لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ترکی جو پہلے امت مسلمہ کا قائد تھا، نے دین اور مذہب کو مغرب کی پیروی میں فرد کا پرائیویٹ مسئلہ بنا کر حکومت و ریاست سے ہی باہر کردیا۔ پاکستان نے برطانیہ کے عطا کیے ہوئے جمہوری نظام کو اسلام کا پیوند لگا کر اپنا آئیڈیل بنانے کی کوشش کی لیکن اس کے نتیجے میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا۔چنانچہ آج پاکستان ایک عرصے سے دوعملی کا شکار ہے۔شرعی عدالتیں بھی قائم ہیں اور انگریزی عدالتیں بھی چل رہی ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام بھی رائج ہے اور سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانیہ جنگ بھی جاری ہے۔اس دوعملی کا سب سے بڑا مظہر ہمارے میڈیا کے پروگرام ہیں۔ موسیقی اور شوبز کا گندے سے گندا غیرشرعی پروگرام بھی بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جاتا ہے اور فنکار بھی یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ انہیں اس گندے فیلڈ میں جو کچھ عزت ملی ہے وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہے (معاذ اللہ) پھر ہم نے کرپشن سے بھی کوئی شعبہ خالی نہ چھوڑا۔عربوں کو ہم طعنے دیتے تھے کہ وہ اپنی دولت سے عیاشیاں کرتے ہیں لیکن پاکستانیوں نے قرض کی دولت پر عیاشیوں کے ریکارڈ قائم کیے۔ جب ہم نے قیام

پاکستان کے پہلے ۲۵ سال تک اپنی یہ روش نہ بدلی تو اللہ نے آدھا ملک بطور سزا ہم سے لے لیا لیکن افسوس! یہ روش اب بھی جاری ہے بلکہ پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم ایٹم بم بنا کر بھی غیر محفوظ ہیں اور اب بچے کھچے پاکستان کی باری کی فکر پڑ چکی ہے۔ یہ بات ہمارے لیے باعث فکر ہونی چاہیے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم دین سے ہٹیں گے تو پھر بڑے سے بڑے وسائل، جدید ترین ہتھیار اور بڑی سے بڑی معاشی ترقی بھی کام نہ آئے گی بلکہ یہی چیزیں ہمارے لیے وبال جان بن جائیں گی جیسا کہ آج تیل اور ایٹم بم کی حفاظت ہمارے لیے مسئلہ بن چکی ہے۔

عرب ممالک عرب ازم اور قومیت پرستی کا شکار

اب ہم عرب ملکوں کی طرف آتے ہیں۔ زیادہ تر عرب ملکوں نے عرب ازم اور قومیت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ یقیناً بعض عرب حکمرانوں نے تیل کے وسائل کو اپنی ذات کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی برابر استعمال کیا، خصوصاً سعودی حکمرانوں نے اپنی عوام کو اس دولت میں پورا پورا شریک کیا ہے۔ حرمین شریفین کی خدمت اور توسیع بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس پر انہوں نے جی کھول کر خزانہ خرچ کیا۔ سعودی عرب عالم اسلام کی بھی اپنے خزانے سے بھرپور مدد کرتا رہتا ہے۔ پاکستان کو کئی بار تیل کی مفت فراہمی کی گئی جو اب بھی کئی سال سے جاری ہے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب نے حدود و تعزیرات کا بھی مکمل نفاذ کیا۔ وہاں مخلوط اداروں یا مخلوط

تقریبات کی صورت میں غیر اسلامی مغربی ماحول کو قطعاً پنپنے نہیں دیا گیا...... اتنا کچھ کرنے کے باوجود ان کی دو غلطیاں ان کی ان تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ پہلے نمبر پر اگر سعودی حکمران شورائیت پر مبنی اسلامی خلافت و امارت کے نظام کو ترویج دیتے تو آج اہل مغرب اور ملحد طبقے کو ان پر انگلیاں اٹھانے اور اپنا شیطانی جمہوری نظام لانے کی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

عرب ممالک کی جہاد سے دوری:

دوسرے نمبر پر جہاد سے دوری ہے۔ اگر سعودی حکمران افغان جہاد کے بعد بھی جہاد کی سرپرستی جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ عزت اور رعب و عظمت عطا کرتا لیکن ان دو غلطیوں کی وجہ سے ان کا اقتدار بھی خطرے میں ہے۔

باقی عرب ملکوں میں تو خاندانی بادشاہت بھی قائم کی گئی اور نظام بھی غیر اسلامی، سیکولر یا اشتراکی نافذ کیے گئے۔ صدام سے بھی یہی غلطی ہوئی...... اس نے گزشتہ ۲۷ سال سے وہاں اپنی خاندانی آمریت قائم کی ہوئی تھی اور بعث پارٹی کی صورت میں ملک میں اشتراکی نظام بھی نافذ کیا ہوا تھا۔ اس نے آخر میں عراقی پرچم پر اللہ اکبر کے الفاظ کا اضافہ کر کے خود کو اسلام پسند باور کرانے کی بھی کوشش کی۔ ہمارے سیکولر حکمرانوں کی جب جان پر بنتی ہے اور ان کا اقتدار خطرے میں پڑتا ہے تو آخر میں انہیں اسلام یاد آجاتا ہے۔ ایوب خاں ساری عمر سیکولرازم کا داعی رہا لیکن جب بھارت نے ۱۹۶۵ء میں حملہ کر دیا تو پھر وہ کلمہ پڑھ کر بھارتی فوج پر جھپٹنے کی لوگوں کو

ترغیب دینے لگا۔ بہرحال صدام کے معاملے میں بھی مسلم امہ نے حسن ظن رکھتے ہوئے اسے اپنی ہمدردی اور حمایت سے نوازا اور یہ اس کا فرض بھی تھا کیونکہ اگر مشرکین کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومی عیسائیوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے حق میں فتح کی دعائیں کر سکتے تھے تو پھر صدام کی عالمی کافر طاقتوں کے مقابلے میں حمایت کیوں نہ کی جاتی...... لیکن ظاہر ہے ایک طرف اسلام کے حق میں صدام کے چند نمائشی اقدامات تھے، پھر پورے ملک میں اس نے اپنے مجسموں کی صورت میں شخصیت پرستی کے غیر اسلامی مظاہر قائم کیے ہوئے تھے، دوسری طرف مسلم امہ مجموعی طور پر غفلتوں اور گمراہیوں میں سر تا پا ڈوبی ہوئی تھی، ان حالات میں اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی تو وہ عارضی ہی ثابت ہوتی۔ پائیدار کامیابی کا امکان تو پہلے ہی کم تھا کیونکہ جب بنیادیں ہی اس قدر کمزور ہوں تو اس پر کوئی عمارت کھڑی ہو بھی جاتی تو وہ زیادہ دیر پھر بھی قائم نہ رہ سکتی۔

ان مسلم حکمرانوں نے کبھی ایک دوسرے کے مسائل کا احساس نہ کیا۔ فسلطین، کشمیر، برما، بوسنیا، چیچنیا کے باسیوں کو کفار کے آگے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ وہ بے چارے پتھروں اور غلیلوں کے ساتھ ٹینکوں اور میزائلوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ان پر اتنا احسان بھی نہ کر سکے کہ ان کے موقف کی مکمل حمایت ہی کر دیں۔ یہ زیادہ تر غیر جانبدار بنے رہے یا پھر کافروں اور دشمنوں کے موقف کی حمایت کرتے رہے۔ کشمیری، فلسطینی قربانیاں دیتے رہے، یہ اپنی کرسیاں اور اپنے اقتدار مضبوط

کرنے اور عیاشیوں میں مست رہے اور چین کی بانسریاں بجاتے رہے۔ پھر یہ خود اب کیسے بچ سکتے ہیں؟ چنانچہ اب سب کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلم امہ اپنی ان تمام انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کی فوری اصلاح کرے۔

حالات یقیناً بڑے کٹھن اور افسوسناک ہیں۔ مسلمان مایوسی کی حدوں کو چھوڑ رہے ہیں لیکن اللہ یہ آزمائشیں اور تکلیفیں اس لیے بھیجتا ہے کہ اس کے بندے سنبھل جائیں۔ ایک بار اس کی طرف سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے رجوع کرلیں تو اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت و نصرت کو دوبارہ منانا کوئی مشکل نہیں۔ اس کا تو اعلان ہے کہ اگر کوئی ایک قدم اس کی طرف بڑھائے تو وہ دس قدم اس کی طرف بڑھاتا ہے۔ اتحادیوں کو جو عارضی فتح ملی ہوئی ہے، اس کی دنیا بھر میں کوئی اخلاقی حیثیت نہیں۔ وہ بڑی کمزور بنیادوں پر کھڑے ہیں۔ ان کی غنڈہ گردی دنیا بھر میں بے نقاب ہو چکی ہے۔ وہ جیت کر بھی ہارے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً بری طرح شکست خوردہ اور ذلت خوردہ ہیں۔ اخلاقی طور پر دیوالیہ شخص کو کسی کے سامنے کھڑے رہنے کی جرأت نہیں ہوتی...... عراقی ہمیں پکارتے رہے، مدد کے لیے بلاتے رہے، انہوں نے تو اپنا فرض اور حق ادا کر دیا۔ اپنے ان کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا ہم پر فرض تھا کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ ﴾ [الانفال:۷۲]

''اور اگر وہ تم سے دین کے واسطے سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد

کرنا لازم ہے۔"

یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام:

ہمارے یہ عراقی بھائی اب بھی بڑی جرأت کے ساتھ ان شیطانی فوجوں کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اب اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن مدد کو پہنچیں۔ غزوۂ احد کے بعد مسلمانوں نے اپنی اصلاح کر لی تو پھر مسلسل فتوحات نے دوبارہ ان کے قدم چومے اور بالآخر پورے جزیرۃ العرب پر اسلام چھا گیا۔ ہم بھی اپنی مکمل اصلاح کر کے کھڑے ہو جائیں، کفار کے ساتھ دوستیاں لگانا چھوڑ دیں۔ یہ ساری تباہی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے ہمیں صدیوں پہلے بتا دیا تھا:

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ﴾

(المائدہ: ۵۱)

"اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنانا۔"

لیکن ہم نے یہ قرآنی حکم نہ مانا اور آج ان کی "دوستیاں" سب کے سامنے ہیں۔

صدام نے ایک عیسائی طارق عزیز کو پہلے وزیر خارجہ اور پھر نائب وزیر اعظم بنائے رکھا۔ اب اسے "گرفتار" کرنے کی خبریں آئی ہیں لیکن حقیقتاً یہ گرفتاری نہیں بلکہ وہ اپنا بندہ بحفاظت لے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں خود اتحادیوں کا کہنا ہے

کہ وہ صدام کا بہت قریبی اور بااعتماد رہا ہے اور اس سے بہت سے اہم راز ملیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ پہلے بھی راز دیتا رہا اور اب بھی دے گا۔ یہ سب تباہیاں ایسے ''بااعتماد'' مشیروں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ قرآنی حکم سچا کیسے نہ ثابت ہو۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے آخر وقت پر ویٹیکن سے رابطہ کیا تاکہ اسے عیسائی ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا آخری دورہ بھی ویٹیکن کا کیا تھا جو پوپ کا شہر ہے۔ (ڈان 26-4-2003)

اب برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کردیا ہے کہ طارق عزیز امریکہ کے لیے جاسوسی کیا کرتے تھے۔ ریڈیو تہران کے مطابق سنڈے ٹیلی گراف نے لکھا ہے کہ طارق عزیز نے مارچ کے مہینے میں امریکی فوجیوں کو صدام حسین اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کی میٹنگ کے خفیہ مقام کا پتہ بتایا تھا۔ (خبریں 27-4-03)

غیر مسلم سربراہوں سے تو ہماری دوستیاں ہیں ہی، پاکستان سمیت کئی اسلامی ملکوں میں ہم نے غیر مسلموں کو اہم عہدے اور وزارتیں دی ہوئی ہیں۔ یوں انہیں اپنے راز دے رہے ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم ان ''دوستیوں'' سے باز آجائیں اور اس کی بجائے اپنی عوام اور فوجوں کو جہاد کے لیے تیار کریں...... ہمارے بجٹ کا سب سے زیادہ حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے لیکن کیا قوم انہیں اتنا پیسہ اپنے اللوں تللوں پر ضائع کرنے کے لیے دیتی ہے۔ کیا مسلم ممالک کے یہ فوجی افسر کچھ کیے بغیر اپنے سینوں پر تمغے اور

میڈل سجانے کے لیے ہیں۔ جب ان جرنیلوں نے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت ہی نہیں کرنی اور جب وقت پڑے تو پھر دشمن سے زمینی حقائق کے نام پر سودے بازی کر کے اپنی عیاشیوں اور آرام طلبیوں کو تحفظ دے دینا ہے تو ان پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کا قوم کو کیا فائدہ؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے فوج کے ادارے کو ملک و ملت کے تحفظ کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے بھی اپنے شاندار مستقبل اور کیریئر کا ادارہ بنایا ہوا ہے۔

آج امریکہ کا تو بہانہ ہے کہ وہ بہت بڑی طاقت ہے، اس سے ٹکرانا ''آ! بیل مجھے مار'' یا بیل سے خود جا کر ٹکرانے والی بات ہے۔ لیکن اےء میں کیا ہوا تھا۔ بھارت جیسی تقریباً برابر کی طاقت کے آگے ہمارے جرنیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نوے ہزار فوجیوں کی صورت میں اتنی بڑی فوج کو بھارت کے حوالے کیا جس کی تاریخ اسلام میں مثال نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے فوج کو ایک جہادی ادارہ نہیں بلکہ دنیاوی ترقی اور عیش طلبی کا ادارہ بنا لیا۔ دنیا سے محبت کے نتیجے میں موت سے کراہت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے جسے پھر ہم زمینی حقائق کی صورت میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ہمارے یہ جرنیل بہت بہادر بنتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ ساری بہادری اپنی غریب اسلام پسند عوام پر چلتی ہے۔ کافروں کے آگے یہ بڑے مصلحت پسند، امن پسند، صلح جو بلکہ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔

آج بھی یہ فوجی حلقے کہتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو پاکستان دس

پندرہ دن سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکے گا۔

آہ! ان سے زیادہ تو عراقی عوام بہادر نکلی۔ صدام کی فوج تو جنگ لڑنے کے لیے زیادہ باہر نکلی ہی نہیں ، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ صرف نہتے عراقی عوام ہی تھے کہ جنہوں نے اکیس دن تک شیطانی فوجوں کا راستہ روکے رکھا۔ کاش ان کے ساتھ ایک دوملکوں کی فوجیں بھی شامل ہوجاتیں تو آج حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا...... پھر امریکہ کو دوبارہ کسی مسلم ملک پر حملہ کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن ظاہر ہے ہماری فوجیں اسی وقت ہی لڑسکتی ہیں جب ہم انہیں ایک سیکولر ادارہ بنانے کی بجائے دین اور ملت کے لیے جان نچھاور کرنے والا ادارہ بنائیں...... اگر ہمارے پاس کم طاقت اور کم ٹیکنالوجی کا بہانہ ہے تو پھر اس کی کمی جہادی جذبے سے دور کی جاسکتی ہے۔ دین سے محبت، جنت کی طلب اور شہادت کی چاہت کا جذبہ ہی فوجوں کو لڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر کسی فوج سے یہ روح بھی نکال دی جائے تو وہ ایک دن بھی جم کر نہیں لڑسکتی۔ ۱۷ء کی پاک بھارت جنگ ،۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ اور اب امریکہ عراق جنگ میں ہماری فوجوں کا حال سب کے سامنے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی و جہادی جذبہ اگر نہ ہو،صرف طاقت اور ٹیکنالوجی میں ہم کافروں سے بالاتر ہوبھی جائیں ،تب بھی مسلم فوجیں فتح یاب نہیں ہوسکتیں۔ غزوۂ حنین اس کی مثال ہے کہ مسلمان بارہ ہزار ہوکر بھی چار ہزار کافر فوج سے وقتی طور پر شکست کھاگئے کیونکہ مسلمانوں نے تعداد اور قوت پر گھمنڈ کیا تھا، حالانکہ اس سے پہلے غزوۂ بدر اور دوسرے معرکوں میں بہت کم تعداد اور

کم اسلحے کے ساتھ فتح یاب ہوتے رہے۔

وقت کی اہم ترین ضرورت:

اس لیے آج اگر ہم اپنی بقا چاہتے ہیں تو پھر فوج اور عوام دونوں میں جہادی جذبے کی روح پھونکیں......اس پھونک سے کافروں کے بڑے بڑے دیئے انشاء اللہ بجھ جائیں گے۔ لیکن ہم تو ملک وملت کے لیے جان دینے والے مجاہدوں کو خود ہی دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہ ترک جہاد ہی دراصل آج ہمارے اوپر عذاب الٰہی کی وجہ ہے۔ ذرا قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ○ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۬ۙ وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَ لَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴾ (التوبہ:۳۸۔۳۹)

''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے، تمہیں اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو؟ جان رکھو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت میں بہت کم ثابت ہوگا۔ اگر تم (جہاد) کے لیے نہ اٹھے تو

اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی غیر قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سنبھل او نامرادی سے کھیلنے والے!

اس لیے آیئے! اللہ کی یہ نافرمانیاں چھوڑ دیں۔فوج اور عوام دونوں جہاد کے لیے کمر بستہ ہوں اور جہاد کو صرف غیر عسکری قسم کے جہاد تک محدود نہ کریں کیونکہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی جہاد کی بات آئی ہے، اس سے مراد عموماً عسکری جہاد ہی ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے گھر اور معاشرے کی بھی مکمل اصلاح کریں۔انہیں شرک و بدعات اور مغربی تہذیب کے اثرات سے پاک صاف کریں، جھوٹ، چوری، غیبت، کرپشن، قتل، زنا، رشوت،لوٹ مار چھوڑ دیں۔خود کو عیاشیوں اور فحاشیوں کا خوگر بنانا بند کریں ......لباس ،حجامت، چہرہ اسلامی بنائیں ،پردے کا پورا اہتمام کریں۔حلال و حرام کی تمیز کریں۔ منافقتیں ختم کریں۔ تعیّشات چھوڑ دیں۔بڑی بڑی کوٹھیاں، بلڈنگیں، محلات یہ سب عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہیں۔ہم اپنی دولت کا بڑا حصہ گھروں کی تعیّشات ،غیر ضروری سجاوٹوں، آرائشوں اور پر تعیش تقریبات پر ضائع کرتے ہیں۔جس کے پاس جتنی دولت ہے، اللہ کی امانت ہے۔اس میں غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔اسے ہم دعو ت و جہاد کے کام کو مضبوط کرنے میں خرچ کریں تو اللہ ہمارے وسائل میں اس سے

زیادہ اضافہ فرمائے گا۔ورنہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب سے پہلے یہی بڑی کوٹھیاں اور محلات ہی نشانہ بنتے ہیں اور پھر آخر میں کھنڈر بن کر درس عبرت دے رہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کی ابتداء سے ہی اولیاء الشیطان اوراولیاء الرحمٰن کا مقابلہ جاری ہے۔ ابلیس اپنے لشکروں کی مدد کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے مجاہدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ نصرتِ الٰہی صرف وعدوں کی حدتک نہیں ہے بلکہ آسمان کی آنکھ ایسے بے شمار مناظر دیکھ چکی کہ اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت اور محیّر العقول حدتک اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہے پھر وہ جہاں چاہتا ہے وہاں مدد کرتا ہے اور وہ نہایت غیور ہے اوراس کے ساتھ ساتھ قادر مطلق ہے، اس کی قوت کا کوئی حساب نہیں ہے۔

قوت الٰہی:

کسی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اوراللہ تعالیٰ تو پھرظاہر اور چھپی ہوئی ہر چیز کو جانتا ہے۔

﴿ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ

الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴾

[الانعام: ۵۹]

ہر گرنے والے پتے کی اس کو خبر ہے اور زمین کے اندر دانے اور ہر تر وخشک چیز کا علم اللہ کی کتاب مبین میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، ہر اوٹ اس کے لیے عیاں ہے، ہر راز اس کے لیے بیاں ہے۔

معلومات کے بعد کسی دشمن کے مقابلے کے لیے عُدّۃ و اعداد (تیاری) کی ضرورت ہوتی ہے۔ افرادی قوت اوران کی تیاری چاہیے ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا وصف یہ ہے:

﴿ وَلِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ [الفتح : ۷]

زمین وآسمان کے سب لشکر اسی کے ہیں، ہوائیں، آوازیں، بارش، دھند لکے، برف، پانی، چڑیاں، غرض ہر چیز اس کا لشکر ہے، جس سے چاہے کام لے لے اور پھر فرشتوں کی بہتات کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آسمان چیختا ہے اور اس کے لیے حق ہے کہ وہ چرچراہٹ کرے کیونکہ آسمان میں دو انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں۔''

[جامع ترمذی ، کتاب الزهد ، باب ما جاء فی قول النبی ﷺ، حدیث :۲۳۱۳، ابن ماجه ، کتاب الزهد ، باب الحزن والبکاء ، حدیث :۴۱۹۰]

اور پھر ان کی طاقت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے فرمایا

﴿ عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴾ [النجم : ٥۔٦]

''آپ ﷺ کو پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔''

مزید سورۂ ھود میں اللہ نے فرشتوں کی طاقت کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ [هود:٨٢]

''جب لوط علیہ السلام کی قوم پر ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹ پلٹ کیا اور ان پر نوکیلے پتھروں کا تہ بہ تہ مینہ برسایا۔''

اور اس سب پر مستزاد یہ کہ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے:

﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾

[التحريم :٦]

''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اسے وہ کر گزرتے ہیں۔''

قوم عاد نے کہا تھا کہ ﴿ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ ہم سے بڑی سپر پاور کون سی ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَ وَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾
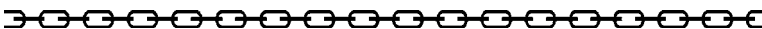
(فصلت:١٥)

''ان کو نظر نہیں آتا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا کے لشکر کو بھیجا جس نے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔

((وَفِیُ عَادٍ اِذُ اَرُسَلُنَا عَلَیُهِمُ الرِّیُحَ الُعَقِیُمَ ○ مَا تَذَرُ مِنُ شَیُیءٍ اَتَتُ عَلَیُهِ اِلَّا جَعَلَتُهُ کَالرَّمِیُمِ)) [الذاریات : ٤٢]

''اور قوم عاد کے بارے غور کریں کریں! جب ہم نے ان پر منحوس ہوا کو بھیجا جس نے ہر چیز کو، جس پر بھی وہ پہنچی، ذرہ ذرہ کر دیا۔''

پھر بھی حیرت ہے کہ ناچیز بندہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس کے سامنے تکبر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کاش! ظالم غور کریں کہ جب وہ عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ:

﴿ أَنَّ الُقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِیُعًا ﴾ [البقرة :١٦٥]

''طاقت تو ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اللہ کے وعدے:

کمال علم و قدرت رکھنے کے باوجود اللہ اپنے بندوں کو مدد کی یقین دہانی کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا لَنَنُصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیُنَ آمَنُوا فِی الُحَیَاةِ الدُّنُیَا وَ یَوُمَ یَقُومُ

الْأَشْهَادُ ﴾ [غافر: ٥١]

”ہم ضرور اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور مومنوں کی بھی دنیا میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت:١٧٣)

”ہمارا رسولوں سے پرانا وعدہ ہے کہ وہی مدد کیے ہوئے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔“

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الروم: ٤٧]

”مومنوں کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔“

مظاہر نصرت الٰہی:

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ١١١]

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ میں وفادار کون ہوسکتا ہے؟“

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی مدد کی۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی۔ بدر و حنین وغیرہ میں فرشتے

نازل فرمائے، بلکہ خود بھی حصہ لیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ ﴾ [الانفال:۱۲]

''اے محمد ﷺ یاد فرمائیں جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔''

پس تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا پھر تم ان کی گردنوں پر مارنا اور ان کے ہر جوڑ پر مارنا۔

جب طائف میں نبی ﷺ پر ظلم کیا گیا، طعن و تشنیع کے ساتھ ساتھ پتھر مارے گئے۔جسم اطہر سے خون رس رس کر جوتوں میں جم گیا تھا۔اس حالت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دو۔آپ ﷺ نے فرمایا ''یا اللہ! انہیں ہدایت عطا کر یہ مجھے نہیں جانتے۔''

اور آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا، ان لوگوں کو دل سے معاف کر دیا، اس عفو کا نتیجہ بڑا دوررس برآمد ہوا۔اسی طائف سے بڑے بڑے مسلمان جرنیل اٹھے۔جنہوں نے سلطنت اسلامیہ کی حدود میں بہت اضافہ کیا۔محمد بن قاسم قیام پاکستان کی راہیں ہموار کر گئے، اس کے پیچھے پیارے نبی ﷺ کا جذبۂ رحم و عفو پوشیدہ ہے۔(یاد رہے کہ محمد بن قاسم کا تعلق طائف کے قبیلے بنو ثقیف سے تھا)

اللہ کے بندے سے سلوک:

عمومی طور پر اللہ اپنے بندہ پر رحیم و کریم ہے، شفیق ہے۔ ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا پھر مل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے۔'' کہا گیا ''نہیں''، تب آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَرْحَمُ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا))

''اللہ اس عورت سے بھی زیادہ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔''

لیکن چونکہ یہ دنیا دار کا امتحان ہے لہٰذا یہاں پر اللہ تعالیٰ بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہے، جیسا کہ وہ کرتا ہے۔ تاہم اگر بندہ اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بہتر سلوک کرتا ہے۔ چند مثالیں عرض خدمت ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾

''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔''

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾

[طٰهٰ: ١٢٦]

''اس طرح تیرے پاس ہماری آیات آتی رہیں اور تم نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح (روز قیامت) آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔''

تو ثابت ہوا کہ جو آدمی رب ذوالجلال سے روگردانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔

دوسری طرف اگر بندہ اللہ کو الگ بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو اللہ بھی بندے کو الگ سے یاد کرتا ہے اور اگر بندہ اپنے رب کا ذکر لوگوں کو جمع کر کے کرتا ہے تو اللہ بھی پاک فرشتوں کو جمع کر کے اس کے تذکرے کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ،کتاب التوحید ، باب قول الله تعالیٰ ویحذرکم الله، حدیث:
٧٤٠٥ و صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء ، باب الحث علی ذکرالله......، حدیث:٢٦٧٥)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں تو یوں فرمایا ہے کہ اگر بندہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف آتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف بھاگتا چلا آتا ہوں۔

اگر بندہ اپنے رب یا مومنوں سے نعوذ باللہ مذاق کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا اسی انداز سے جواب دیتا ہے:

﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾
[البقرہ: ١٤_١٥]

”اگر اللہ کو کوئی دھوکا دینے کی کوشش کرے تو اللہ اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے کہ اس کو دھوکے میں رکھتا ہے۔“

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ

مَا يَشْعُرُوْنَ﴾(البقرہ: ۹)

”وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حقیقت میں تو وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اور وہ اس کی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ [النساء:۱٤۲]

”وہ اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ ان سے دھوکا کرنے والا ہے۔“

لیکن اس کے مقابلہ میں اگر بندہ اپنے رب کے دین کی حفاظت کرے تو اللہ بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«يَاغُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ إِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ...... »

[مسند احمد: ۳۰۷/۱]

”اے بچے! تم اللہ کی حفاظت کرو...... اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور اللہ کی حفاظت کرو تم (مصیبتوں میں) اس کو سامنے پاؤ گے۔ بھلے دنوں میں اللہ کو پہچانو، اللہ مصائب میں تمہیں پہچانے گا۔“

اس طرح اللہ کی مدد کی جائے تو اللہ اس کا جواب بہت بڑی مدد کے ساتھ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾
[سورة محمد: ٧]

نصرت الٰہی کے اسباب وشروط:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کی مدد تبھی آتی ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ إِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ﴾ (آل عمران : ١٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو بتلاؤ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟''

ذیل میں ہم اللہ کی مدد کے کچھ اسباب وشروط ذکر کرتے ہیں۔

① اللہ کے دین کی مدد:

سابقہ نصوص سے ثابت ہو چکا کہ اللہ کے دین کی مدد کرنے سے اللہ بندوں کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ کے دین کی نصرت کی بجائے اپنی ترجیحات قوم، ملک، وطن کو بنالیا جائے تو اللہ کی مدد رک جاتی ہے۔ کافر مسلمان کو نہتا کر کے مارتے ہیں۔ اگرچہ وہ وطن و ملک اسلامی ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی سرزمین کی اہمیت اس پر نافذ ہونے

والے اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔جس قدر اللہ تعالیٰ کا قانون لاگو کیا جائے گا اسی قدر وہ خطۂ زمین اللہ کو محبوب تر ہوتا جائے گا۔

④ ایمان باللہ:

اللہ کی مدد کے نزول کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ بندہ میں ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَاتَهِنُوا وَلَاتَحزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤمِنِيْنَ ﴾

[آل عمران : ۱۳۹]

"کمزور نہ بنو اور نہ ہی غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔"

ایمان سے مراد عقائد کی درستی بھی ہے اور ایمان کی محبت بھی۔ یہ محبت ہی ہے جو ایماندار کو گھر سے نکال باہر کرتی ہے۔حدیث شریف میں ہے:

«تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ، وَ اِيْمَاناً بِيْ، وَ تَصْدِيْقاً بِرُسُلِيْ فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»

[صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجهاد و الخروج، حدیث:۱۸۷۶]

"اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے، اس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہی

باہر نکالتی ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔‘‘

تو وہ ایمان جو نصرت الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے وہ بندے کو گھر سے نکلنے پر مجبور بھی کر دیتا ہے اور وہ مال و جان، اولاد، کاروبار قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ یہی وہ ایمان ہے کہ جس کے رشتہ کی وجہ سے وہ سمندر پار بہن، بیٹی کو اپنی بیٹی تصور کرتے ہوئے ان کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے اور طاغوت کی کھینچی ہوئی لکیروں اور حدود و قیود میں مقید نہیں ہوتا۔ اس طرح کے ایمان والوں کو غلبہ ملا کرتا ہے اور ایسے وفادار کو اللہ بے یار و مددگار نہیں چھوڑا کرتا۔

③ قتال فی سبیل اللہ:

قتال فی سبیل اللہ، اللہ کی مدد کو کھینچ لانے کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بدر کے میدان میں اپنی جمع پونجی ۳۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر قتال کرنے کے لیے میدان میں اترے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں، اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار دشمن کے مقابلہ کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر روانہ فرمایا اور خود بھی حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٤]

’’ان کے ساتھ قتال کرو۔ (اس کے چار فوائد ہوں گے) اللہ ان کو تمہارے

ہاتھوں عذاب دے گا، ان کو ذلیل کرے گا، تمہاری مدد کرے گا اور مؤمنوں کے سینہ کو شفا دے گا۔“

یہ سب فوائد قتال کے ہیں لیکن اگر طاقت کے باوجود قتال سے روگردانی کی جائے بلکہ قتال ومجاہدین کی مخالفت یا حوصلہ شکنی کی جائے اور دعائیں یہ ہوں کہ اے اللہ! دشمن کی توپوں میں کیڑے ڈال دے تو اس طرح اللہ کی مدد نہیں آتی بلکہ اللہ کی مدد و رحمت تو اس وقت جوش میں آتی ہے جب نہتے تین سو تیرہ میدان سجائے کھڑے ہوں اور دعا یہ ہو:

”اے اللہ! اگر یہ جماعت قتل ہوگئی تو تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے گی۔“

④ امتحان پاس کرنا:

اللہ کی مدد ایک انعام ہے، جو امتحان کے بعد پاس ہونے والوں کو ملتا ہے اور یہ اللہ کی سنت وفطرت ہے۔ قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد مدد نازل کرتا ہے اور جتنا ایمان مضبوط ہو، اتنا ہی امتحان کڑا ہوتا ہے اور اس پر صبر و استقامت دکھانے والوں کو اتنی ہی بڑی مدد ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ النَّصرَ مَعَ الصَّبرِ وَإِنَّ الفَرَجَ مَعَ الكَرْبِ))

[مسند احمد: ۳۰۷/۱]

”مدد صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور کشادگی مصائب کے بعد ہوتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱]

''ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ تم میں مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو پہچان لیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكُمْ مُصِيْبُوْنَ وَ مَنْصُوْرُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ)) [مسند احمد : ۳۸۹/۱]

''اے عبداللہ بن مسعود! تم پر مصائب آئیں گے، پھر تمہاری مدد کی جائے گی پھر فتوحات ملیں گی ۔جس پر وہ دن آجائیں ،اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔''

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نے مکہ کے کافروں کے ظلم کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے شکایت کی ۔آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے، آپ ہمارے لیے دعائیں کیوں نہیں فرماتے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم سے پہلے مسلمانوں کو لایا جاتا ۔گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا پھر آری کے ساتھ چیر پھاڑ دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی کے ساتھ گوشت اور ہڈیاں الگ

کردی جاتیں۔اس کے باوجود وہ دین پر قائم رہتا۔''

((وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ، وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ))

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث:۳۶۱۲]

''اللہ کی قسم ہے! اللہ اس معاملہ کو پورا کر کے چھوڑے گا۔حتیٰ کہ مسافر صنعاء (یمن) سے حضر موت تک چلے گا، اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور نہ ہی بھیڑیے کا خوف بکریوں پر لیکن تم جلد باز ہو۔''

رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْھُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ ﴾ [البقرہ: ۲۱۴]

''کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ایسے ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس سابقہ مسلمانوں کی مثالیں نہیں آئیں۔ان کو مصیبتیں، بلائیں پہنچیں اور ہلا کر رکھ دیا گیا،حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ مومن یہ پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔''

دوسری آیت مبارکہ میں ہے۔

﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ﴾ [الانعام : ٦/٣٤]

البتہ آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا اور انہوں نے صبر کیا اس بات پہ کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے حتیٰ کہ اللہ کی مدد آ گئی۔

﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ﴾ [الانعام : ٣٤]

''اللہ کی لکھت نہیں بدلتی۔''

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ اللہ کی سنت وفطرت ہے جو بدلتی نہیں کہ اللہ کی مدد آزمائشوں کے بعد ہی آتی ہے۔لہٰذا! اللہ کی راہ میں مصائب دیکھ کر گھبرانے کی بجائے خوش ہونا چاہیے کہ اللہ کی مدد کے آثار نظر آ گئے اور یہ اللہ کی بندے سے محبت کی نشانی ہے۔حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُصِبْ مِنْهُ))

[صحيح البخارى، كتاب المرض، باب ما جاء فى كفارة المرض، حديث ٥٦٤٥]

''اللہ جس سے خیر چاہتا ہے اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔''

ان حالات میں پریشان وہ ہوتے ہیں' جو جلد باز ہوں۔

⑤ ضعفاء وفقراء کی مدد کرنا:

نصرت الٰہی کا ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ اپنے اندر موجود کمزور لوگوں ایتام، بیوگان، فقراء، مساکین کا خیال رکھا جائے۔ ان کی کفالت کی جائے، مسافرین، طالبانِ علم اور محتاج لوگوں کا خیال رکھا جائے، تو اس سے اللہ کی مدد بھی آتی ہے اور رزق میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

«إِنَّكُمْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَاءِ كُمْ »

(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب ـ ٧٦)

''تم صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیے جاتے ہو اور مدد کیے جاتے ہو۔''

اگر کوئی مہمان یا غریب طالب علم یا مجاہد کھانا گھر سے کھا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میرا نقصان ہوگیا بلکہ وہ کھانا اسی کا تھا۔ تبھی تو وہ کھا گیا، میرا ہوتا تو نہ کھاتا۔ صرف اللہ نے میری تنخواہ میں اس کا کھانا ڈال دیا تاکہ مجھے آزمائے۔

نصرت الٰہی اور جہاد افغان:

آج یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کتنے ہی مخلص لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں غلبۂ دین اور مظلومین کے لیے کام کر رہے ہیں اور یہ کہ مسلمان جگہ جگہ پٹ رہے ہیں۔ اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ اس کا جواب دو حصوں میں ہے۔

ا۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ اللہ کی مدد نہیں آتی ہے بلکہ بہت آتی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ بدر و حنین جیسی مدد نہ آنے کے کئی اسباب ہیں ان کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

افغانستان میں اللہ کی بہت مدد آئی۔آج یورپ کے عوام اسلام کو بہت پڑھ رہے ہیں۔ وہ کون سا نظریۂ حیات ہے جو نہتے لوگوں کو امریکہ جیسے بھیڑیے کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت عطا کرتا ہے۔مگر مسلمانوں کا عالم کفر والحاد کے اتحاد کے خلاف کھڑے ہونا، چار ماہ سے زائد کلسٹر، ڈیزی کٹر، نیپام اور کروز بموں ، میزائلوں کی بارش تلے جمے رہنا اللہ کی مدد کے بغیر کیسے ممکن تھا؟ خود عالم کفر حیران تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر اس کے بعد ڈالروں کی بوچھاڑ ہوئی جس سے مجاہدین کو محفوظ ٹھکانوں میں سمٹ جانا پڑا۔

آج محتاط ترین اندازے کے مطابق اتحادی غنڈوں کے مُرداروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ساڑھے چار ہزار اور چھ ہزار کا عدد بھی گھوم رہا ہے۔جبکہ مجاہدین شہداء کی تعداد اس سے کم ہے، اگرچہ عوام مسلمانوں کی شہادتیں بہت ہوئیں۔نتائج کے اعتبار سے دیکھ لیں عالم کفر کا اتحاد ابھی تک اپنے اہداف پورے نہیں کر سکا اور روس و چین خاموش تماشائی نہ جانے وہ کس مناسب موقع کی تلاش میں ہیں۔ اتحادیوں پر جوابی حملے شروع ہو چکے ہیں۔جہاز و ہیلی کاپٹر گر رہے ہیں لیکن ’’فنی خرابی‘‘ کی نذر کر دیے جاتے ہیں لیکن یہ خرابی اتنی لمبی نہیں کی جا سکتی جتنا لمبا پروگرام مجاہدین بنا رہے ہیں۔حالیہ جہاد میں مٹھی بھر نہتے جانبازوں کے خلاف دنیا کے بڑے

بڑے ''جگّے'' اکیلے نہیں لڑ سکے بلکہ جنگ شروع کرنے سے پہلے کتنا ٹائم اتحاد بنانے پر لگا۔ برسوں پہلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿ نُصِرتُ بِالرُّعبِ مَسِيرَةَ شَهرٍ ﴾

[صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب، حدیث: ۳۳۵]

''ایک مہینہ کی مسافت سے بھی میرا رعب دشمن پر جاتا ہے۔''

یہ بھی اللہ کی مدد ہے۔ آج ظالم اتحادیوں پر مجاہدین کا اتنا رعب ہے کہ ملکوں کے ملک لڑتے ہیں اور چند مجاہدین کو قید کر کے لے جانے کے لیے ان کو زنجیر پہنانے، کان و آنکھیں بند کرنے کے باوجود، دو، دو فوجیوں کے پہرہ کے باوجود ان کو نیم بیہوش کر کے منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ رعب بھی اللہ کی مدد کی ایک شکل ہے۔ دشمن پر رعب کا یہ عالم ہے کہ عرب ممالک سے اپنی فوجیں نکالنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ نہ تو مجاہدین کا نیٹ ورک ختم ہوا ہے بلکہ چند سو شہداء کے علاوہ تمام عرب مجاہدین امریکہ کی نفرت سے جلتے ہوئے سینے لے کر واپس وطن پہنچ چکے ہیں، جن کے خطرے سے اب فوجیں واپس لے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

عیدالفطر کے بعد بی بی سی کی عربی سروس میں ایک امریکی کمانڈر کا بیان نشر کیا گیا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں دو مختلف واقعات میں ایک مجاہد اور ایک اونٹ نظر آیا۔ میں نے لیزر گن کے ساتھ اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان پر فائر کیا، ان کو ہم نے گر

تے ہوئے بھی دیکھا مگر ڈھونڈنے پر بھی کہیں ان کی نعش نہیں ملی ۔دوسرے یہ کہ جنگ وجدال میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے، جب روسیوں کے خلاف جہاد ہوا تو ابتدائی سال ایسے ہی تھے ۔مجاہدین نہتے تھے، کلہاڑوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، اور جب ان کی آزمائش وابتلاء کا کورس پورا ہوا تو اللہ کی مدد کے دروزاے کھل گئے ۔پھر آسمان نے دیکھا کہ ان مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے روس کی پانچ لاکھ آرمی کو شکست وریخت سے دوچار کیا، حالانکہ مقابلہ میں ایک طیارہ بھی نہیں اڑایا گیا۔اس حساب سے ابھی ابتداء کا دور چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تسلیاں دیتا ہے:

﴿ اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ وَ تِلۡكَ الۡاَيَّامُ تُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ۱۴۰/۳]

''اورتم کمزوری نہ دکھاؤ اورغم بھی نہ کرو۔تم ہی اوپر رہوگے اگرتم مومن ہو۔ اگرتمہیں زخم لگے ہیں تو (کوئی بات نہیں)ان کو بھی زخم لگے ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ دن پھیرتا رہتا ہے۔''

اس کے بعد اپنی واضح مدد کی تاخیر کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اورتا کہ اللہ مومنوں کا ایمان پرکھے اورتم میں سے (وی آئی پی یعنی خصوصی مہمان) شہداء کا چناؤ کرسکے اوراسلام کے ظاہری اوروقتی غلبہ سے پریشان نہ ہونا اورظالموں کواللہ قطعاً پسند نہیں کرتا اورتا کہ مومنوں کا امتحان لے سکے اورکافروں کومٹاڈالے۔''

(آل عمران)

ان مقاصد وعالی حکمتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت نے جو محمد رسول اللہ ﷺ اوران کے پاک باز صحابہ کو بھی وقتی ہزیمت سے دوچار کیا۔

بدر وحنین جیسی مدد:

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر عہد نبوی والی مدد کیوں نہیں ہوتی، وجہ عرض کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حقیقت یہی ہے کہ اگر وہ والی فضا پیدا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے جو وعدے وفا کرکے دکھائے گا۔اگر احد کے میدان میں بھی بعض صحابہ کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے فتح ہار میں بدل سکتی ہے تو آج کے مسلمان میں تو اتنی غلطیاں ہیں کہ غلط کو غلط کہنے کا احساس ختم ہوتا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے نصرت کے لیے ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی شرط لگائی ہے۔ پہلے آیئے! دیکھیں کہ ہمارے ایمان واعتقاد کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی اپنی لونڈی لے کر حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ اس کو میں آزاد کرنا چاہتا ہوں ۔آپ ﷺ نے اس کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا! ’’اللہ کہاں ہے؟‘‘ بولی ’’آسمانوں میں۔‘‘ پھر دریافت فرمایا’’میں کون ہوں؟‘‘ بولی ’’آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ﴾

''اس کو آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔''

اور اگر یہی پرچہ پاک وہند وافغانستان کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جائے تو ۹۰ فیصد مسلمان فیل ہو جائیں۔ کسی کا اللہ دموں میں گھسا ہوا ہے۔ کسی کا چاند تاروں اور مرغزاروں میں ہے اور کسی کا ہرجائی اور کسی کو پتہ ہی نہیں۔ آج ہماری اکثریت توہم پرست ہے اور جہاں تک اسلام کی عملی صورت حال کا تعلق ہے تو الامان والحفیظ

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

یاد رکھیں! اللہ انسانوں کے ساتھ من حیث الامۃ ڈیل کرتا ہے نہ کہ فرداً فرداً۔ سکول کا ٹیچر اگر بچوں کو شرارتیں کرتا دیکھے تو سب کو مرغا بنا دیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کوئی بے قصور بھی ہو۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ یہ تو ہم سوال کرتے ہیں کہ مدد کیوں نہیں آ رہی لیکن کیا ہم نے غور کیا ہے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ کو دبا ہی لیا ہے؟ علماء بھی سوچیں عوام بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جب کسی مسلمان علاقے پر کفر یلغار کرے تو قریب قریب کے سب مسلمانو ں پر جہاد طرح واجب ہوتا ہے۔ جہاد شروع ہوا تو ہم سے کتنے لوگ وہاں گئے ہیں۔ اگر پاکستان کی پندرہ بیس کروڑ آبادی میں سے چالیس لاکھ ہی نوجوانوں وہاں گئے ہوتے تو کیا کافر اسی طرح مسلمانوں کو کچلتا چلا جاتا اور جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے تو اپنی زکوٰۃ کا نہ جانے کتنا حصہ مجاہدین کو دے کر ہم اپنا یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ مجاہدین نے میدان ابھی کیوں نہیں مارا۔ حقیقت میں یہ سب مصائب ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں اللہ کی طرف

رجوع کرنا چاہیے ۔ضرورت اس بات کی ہے ہم دین حنیف کی طرف لوٹیں ۔ تیاری کریں چار دن ایمان وغیرت اور آزادی کی قسطیں دے دے کر اور سود کی قسطیں دے دے کر جنگ کو لیٹ تو کیا جا سکتا ہے ختم نہیں کیا جا سکتا۔بوسنیا اور کسووا کے نہتے مسلمانوں کی ہڈیاں بول بول کر پکار رہی ہیں کہاں کھو گئے ہو او مسلمانو!

آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ﴾

ازل ہی سے اہل ایمان سے صرف ایمان کی بنیاد پر دشمنی کی جاتی رہی ہے۔ جب بھی اس دنیا میں یہ آواز بلند ہوئی کہ اس کائنات کا رب اللہ ہے، زمین و آسمان اس کے پیدا کردہ ہیں اور ساری مخلوقات کا خالق وہی ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کیا اور انکے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے اسباب پیدا فرمائے، بے شمار نعمتوں کو عطا کرنے والا وہی ہے۔ لہٰذا! اسی کا یہ حق ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے، اسی کی عبادت ہو، اس کے ساتھ شرک نہ ہو۔ سب لوگ اس سے محبت کریں اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں تو دنیا میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے ایسے حق والوں پر مختلف قسم کے الزامات لگا کر جھوٹے پراپیگنڈے کے زور پر لوگوں کو غلط گائیڈ کر کے ان کے خلاف ابھارا اور ان سے دشمنیاں کیں۔

آپ انبیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں ان کے کردار اور اخلاق میں کوئی کمزوری نہیں ملے گی۔ کوئی جرم کوئی عیب ان کی ساری ساری زندگیوں میں نہیں مل سکے گا۔ بلکہ وہ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے عظیم مینار اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے روشن چراغ نظر آئیں گے۔ مگر ایمان کی بنیاد پر شیطانی ٹولے نے ان پاکباز شخصیتوں سے بھی دشمنی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور سو فیصد جھوٹے پراپیگنڈے کر کر کے ان کی مخالفت کرتے رہے اور لوگوں کو اس عظیم علم سے، اس کائنات کا رب اللہ ہے لہٰذا! اسی کا حق ہے کہ اس کا دین اس دنیا پر غالب ہو اور اس کی نافرمانی نہ ہو، اندھیروں میں رکھتے رہے۔

ان پاکباز اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیغمبروں سے دشمنی کرنے والے ایسے گندے اور ذلیل لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن، انسانیت کا دشمن آگ کی طرف بلانے والے لیڈر و حکمران قرار دیتے ہوئے روئے زمین پر چلنے والی تمام مخلوقات سے بدتر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے اور ان کی زندگی جہالت و گمراہی پر مبنی ہے۔

وہ دشمنی چونکہ صرف ایمان کی بنیاد پر تھی۔ اس لیے اہل ایمان کو ایسے موقع پر ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے مقابلے پر ان کے الزامات، جھوٹے پراپیگنڈے، تحقیر و تذلیل کے منصوبے ان سب کے خلاف صرف اس بنیاد پر کہ ”ہمارا رب اللہ ہے، ہم نے اسی کی اطاعت و عبادت کرنا ہے، اسی کے حکم پر چلنا

ہے، اسی کے دین کو قائم رکھنا ہے، ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور صرف خود ہی ڈٹ جانے کا حکم نہیں بلکہ ''اِستَقَامُوا'' عربی گرائمر کے اعتبار سے باب استفعال ہے جس میں عموماً ''مدد'' طلب کے معنی ومفہوم میں مراد ہوتا ہے۔ یہ لفظ بیان کر کے گویا تقاضا کیا گیا کہ دوسروں کو بھی اس قول اور منہج پر قائم رکھو۔ ادھر وہ جھوٹ بولیں جھوٹے پراپیگنڈے کریں اور مایوسیاں پھیلانے کی کوشش کریں، بندوں کا رب پر اعتماد ویقین کمزور کرنا چاہیں، ادھر تم دعوت کا کام تیز کر دو رب کی قدرتوں اور طاقتوں کے تذکرے کر کے، اس دنیا میں پہلے اہل ایمان کو اللہ نے کیسے کیسے اپنی مدد بھیج کر غالب کیا اور کفر کی طاقتوں کو برباد کیا یہ تذکرے کر کے اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھو ان کے حوصلے بڑھاؤ، اللہ پر ایمان ویقین کو پختہ کرو تا کہ وہ کفر اور اس کے پراپیگنڈے سے اور اس کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہوں اور ان کے ایمان میں کمزوری واقع نہ ہو اور انکی نظریں اس دنیا کے مفادات سے آگے جنت کے حصول پر اور دوزخ سے بچنے پر ہوں اور انکے عقائد واعمال میں کمزوری واقع نہ ہو بلکہ یہ کفر اور اہل کفر سے نفرتوں میں زیادہ ہوں۔ ان کی دہشت گردیوں، ان کے ظلم و ہوس پرستی کو سمجھیں اور اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت میں ثابت قدم رہیں، اللہ کے دین پر پختہ رہیں۔

گویا قرآن کی اس آیت نے جہاں ایک بہت بڑی حقیقت ہمارے سامنے کھول دی وہیں کرنے کا کام بھی بتا دیا کہ جب '' رَبُّنَا اللّٰه '' کی بنیاد پر اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو کفر کی طرف سے پراپیگنڈے، گھیراؤ، پابندیاں، دھمکیاں بھی شروع ہو

جائیں گی اور ایسے وقت میں اہل ایمان تم نے نہ صرف خود ثابت قدم رہنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی " رَبُّنَا اللّٰہ " کے عقیدے پر قائم رکھنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں جنگ احزاب کا موقع اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے جب ایمان کی بنیاد پر کام شروع کیا تو دشمنی شروع ہوگئی۔ جوں جوں کام بڑھتا گیا کفر نے اپنی حکومتیں گرتی ہوئی محسوس کیں۔ یہودو صلیبی ظالموں اور سود خوروں کو اپنی خواہشات کی وجہ سے انسانیت پر ظلم اور آسمانی شریعتوں پر ظلم کرنیوالوں کو اپنا سب کچھ برباد ہوتا نظر آنے لگا تو سارا کفر جمع ہوگیا۔قوتوں کے اتحاد بننے لگے، سارا کفر جمع ہوگیا، کس کے خلاف؟ جسے وہ صادق وامین کہتے تھے۔جس کی زندگی پر ایک اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے، جس کی سچائی کو تسلیم کرتے تھے اور کیوں جمع ہوئے؟ قتل کے منصوبے کیوں بننے لگے؟ صرف ایمان کی وجہ سے کہ وہ کہتے تھے۔ اس کائنات میں اللہ کا حکم چلنا چاہیے۔تمہارا حق نہیں کہ انسانوں کو اپنی خواہشات کا غلام بناؤ اور انہیں اپنے رب سے دور رکھو اور جہنم کا ایندھن بناؤ۔تو اس وقت اہل ایمان ڈٹ گئے۔ بہت پریشانیاں تھیں، معاشی حالات بالکل سازگار نہ تھے۔کھانے پینے تک کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، اسلحہ اور مال اسباب بھی وافر میسر نہ تھے، باہر میدان میں نکل کر لڑنے کی طاقت بھی نہیں تھی، باہر سے بھی کوئی امید نہ تھی۔ پوری دنیا میں مدینہ کو تنہا کر دیا گیا تھا اور اندر سے منافقین یہودونصاریٰ کے ایجنٹ مایوسیاں پھیلا رہے تھے کہ اب تمہارا کیا بنے گا؟

ساری دنیا تمہارے خلاف ہو چکی ہے، ان سے ڈر جاؤ۔ سورۂ احزاب پڑھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کس قدر شدید حالات تھے۔ مگر ہمارے پیغمبر اور صحابہ کرام ایمان کی بنیاد پر ہی ڈٹ گئے اور کفار کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے لگے۔ لوگوں کو اللہ کی قوت پر مطمئن کرنے لگے۔ کہتے:

﴿ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ﴾

[الاحزاب : ٢٢]

''یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ کے رسول نے سچ کہا تھا۔''

اس چیز کا اللہ نے ہمیں وعدہ دے رکھا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں اور ان کے ایمان و یقین میں پختگی ہی آئی تھی کفر اپنی تمام تر چالوں کے ساتھ انہیں اس راستے سے بدگمان نہیں کر سکا اور یہی وقت ہوتا ہے اللہ کی نصرت کا، اس کی طرف سے مدد کے اترنے کا۔ حقیقت ہے کہ کفر کی ان یلغاروں، گھیراؤ، پابندیوں میں اللہ پر ایمان میں ثابت قدم رہنا، بالکل پرواہ نہ کرنا اور مطمئن رہنا اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط کر لینا، یہ عمل اللہ کی مدد اترنے کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اسباب وسائل بنیاد نہیں بنتے۔ ہجرت کے سفر میں جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں چھپے ہوئے تھے، کوئی طاقت پاس نہ تھی، کہیں سے حمایت میسر نہ تھی۔ کافرننگی تلواریں لیے دندناتے پھر رہے تھے اور غار کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾

"غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

یہاں بھی اللہ نے مدد کی اور احزاب کے موقع پر بھی مدد نازل کی۔ فرشتے اتار دیے، ہوائیں بھیج دیں اور لڑائی کا سارا معاملہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا۔

ہمارے کرنے کے کام:

آج بھی صورتحال یہی ہے۔ کفر اس دنیا میں دندنا رہا تھا، جمہوریت کے نام پر کفار اپنی خواہشوں پر زندگی گزار رہے تھے، اللہ کی بڑائی وعظمت اور اس کی فرمانبرداری کا تصور ختم ہو رہا تھا۔ مسلم ملک، حکمران اور عوام بھی رب کی مرضی پر زندگی گزارنے کی بجائے کفار کی دوستی اور ان کی نقالی میں ہی کامیابی اور عزت تصور کرتے تھے۔ اسلام پر جاہلیت کے آوازے کسے جاتے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو برا سمجھا جاتا تھا۔ اسلام دب گیا اور کفار کے گروہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے پروگرام لیے پھرتے تھے تو ایسے وقت میں پاک و افغان وسرزمین سے یہ نعرے بلند ہونے لگے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، یہ آسمان اللہ کا ہے اور اس کائنات میں حکم اللہ کا چلنا چاہیے، اس ایمان کی بنیاد پر تربیت ہونے لگی۔ امت مسلمہ کے نوجوان دعوت و جہاد کے منہج کو سمجھ کر کفر کی غلامی چھوڑنے لگے۔ سنت پر عمل اللہ سے محبت، دین کے سچے جذبے، جنت کے حصول کی کوششیں ہونے لگیں۔ کفر کے پراپیگنڈے

دم توڑنے لگے اور خواہشات کے پجاری جمہوری شیطانوں کو دین حق کے زبردست براہین کے سامنے اپنے باطل کی عمارت منہدم ہوتی نظر آنے لگی۔ کفر کی حکومتوں نے اپنے سامنے اسلام کو کلمہ حق کو بلند ہوتا دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اب بھی کفر جمع ہو گیا۔ اس نے پراپیگنڈے شروع کر دیے، جھوٹے الزام لگا لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنی طاقتوں کو لے کر وہ ان اہل ایمان پر چڑھ دوڑے۔ ان کے ایجنٹ بھی ان کی بولی بول رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ وقت ہے کہ اہل ایمان اپنے رب کے اعتماد کو پختہ کریں، رب کو سچا سمجھیں، اسے طاقتوں والا، عزت و ذلت کا مالک، حکومت دینے اور چھیننے والا جان کر استقامت اختیار کریں۔ اہل علم لوگوں کو پراپیگنڈوں سے نکالنے کے لیے مایوسیوں سے بچانے کے لیے رب کی قدرتوں کے تذکرے کریں۔ اللہ کی عظمت کو بیان کریں۔ انبیاء کے واقعات و اسلاف امت کے تذکرے کر کے ان کے اندر ایمان کے جذبات بھڑکائیں اور انہیں راہ حق پر ثابت قدم رکھیں کہ یہ وقت اسی کام کا تقاضا کرتا ہے۔ گھبرائیں نہیں کفر کے پراپیگنڈے میں نہ آئیں۔ بلکہ یہ جھوٹے اور بدترین لوگ ہیں۔ ان سے نفرت کا درس دیں۔

مادی اسباب ووسائل کے پراپیگنڈے میں بھی نہ آئیں۔ ایسے تجزیے کرنے والے ذرا یہ تو سوچیں کہ جنگ بدر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاس کیا تھا؟ جنگ احزاب کے موقع پر ان کے پاس کیا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنائیں۔ ایمان پر استقامت اور

لوگوں کو قائم رکھنا، کفر کے پراپیگنڈے توڑنا، اللہ کی محبت پر دعوت و جہاد کے عمل پر ڈٹے رہنا، یہ اللہ کی مدد اترنے اور فرشتے اترنے کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ﴾

”بے شک وہ لوگ جو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔“

پھر ان کے گھیراؤ ہوں شیطانی قوتوں کی طرف سے دھمکیاں دشمنیاں دیکھیں تو پریشان ہو کر اللہ کو چھوڑ نہ دیں اپنے دین و ہدایت سے پیچھے نہ آئیں بلکہ ڈٹ جائیں اور دوسروں کو بھی قائم رکھیں تو:

﴿ تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ﴾

”ان پر پھر فرشتے اترتے ہیں۔“

اور انہیں اللہ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں کہ کوئی غم نہ کرو کوئی فکر نہ کرو تم ہی غالب ہو گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج بہت سے لوگ کفر کے ان طوفانوں اور جھوٹے پراپیگنڈوں کو دیکھ کر اپنے رب سے، دین اور اپنے ایمان سے پیچھے ہٹ آئے اور سیدھے کفر کی جھولی میں جا گرے۔ اللہ نے جہاد کو سب سے بڑا عمل قرار دیا۔ فرمایا میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو صفیں باندھ کر اس کے راستے میں لڑتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعلیٰ ترین لوگ قرار دیا ہے۔ ان کو جنت کی بشارتیں دی ہیں۔ راہ جہاد کے گرد و غبار کی وجہ سے ہی جہنم کے دھوئیں کے حرام ہونے کے مژدے

سنائے، حساب کتاب نہ ہونے اور سیدھے اللہ کے پاس اس کے عرش کے نیچے مقامات کے تذکرے فرمائے۔ مگر یہ لوگ کفر سے متاثر ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے برعکس ان جہاد کے راہیوں کو برا سمجھنے لگے۔ ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور کافروں ایسے ذلیل لوگوں کی تعریف و توصیف میں ان سے دوستیوں کو فروغ دینے میں لگ گئے اور تو اور کئی اہل علم جو بزعم خویش نبی کے وارث ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے غداریاں کرنے لگے۔ یہ کام اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں، ان سے فوراً توبہ کریں۔ ان جھوٹے اور ذلیل لوگوں کے ساتھی نہ بنیں بلکہ اپنے سچے رب کا ساتھ دیں، سچے رسول ﷺ کے ساتھی بنیں اور سچے دین کے حمایتی بنیں۔ کفر کے جھوٹ کو پھاڑ کر ذرا حقیقت دیکھیں! کیا اللہ اپنے بندوں کے ہاتھوں ان کو ذلیل نہیں کر رہا؟ کیا ان کی نیندیں حرام نہیں ہو چکیں؟ یہ اپنے ملکوں میں مرعوب خوف زدہ اور ذلیل و پریشان نہیں ؟ ان کی قوتیں گر رہی ہیں، ان کے ذلیل، ظالم اور دہشت گرد فوجی ہر روز مر رہے ہیں۔ اللہ اپنے مجاہد اور فدائی بندوں کے ہاتھوں ان کی درگت بنا رہا ہے۔ تو اس مدد کو دیکھ کر ہم سب مسلمان بھی اپنے آپ کو دلیر بنائیں۔ اپنے دین حق پر ڈٹ جائیں، ایمان پر لوگوں کو مضبوط کریں۔ کفار سے نفرت، ان کی تہذیب سے نفرت، ان کے طریقوں سے نفرت کریں اور اللہ سے محبت کریں، اپنے رسول سے محبت کریں، اپنے دین سے محبت کریں، اپنے آپ کو دین و ایمان میں سچا بنائیں۔ یہی عمل ان شاء اللہ فرشتوں کے اترنے کا باعث بنے گا۔ کفر کی

تباہی اور اسلام کے غلبہ کی بنیاد ہمیشہ ایمان و استقامت ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

قاضی کاشف نیاز

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے خاتمے اور پاکستان میں بعض مذہبی بالخصوص جہادی تنظیموں پر پابندیوں کے بعد عام حلقوں میں ایک بحث بڑے شدو مد سے ہورہی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ المناک حالات کے اسباب کیا ہیں؟ اوران کی ذمّہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے مختلف سطح کے حلقوں کی الگ الگ آراء ہیں۔ ایک عام لبرل آدمی سے لے کر ہمارا حکمران اور معروف دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے ابھی اتنی سائنسی ،معاشی ، اقتصادی اور عسکری ترقی نہیں کی تھی کہ آج کی دنیا کے طاقتورترین ملک امریکہ یا ایسی کسی سامراجی طاقت سے پنجہ آزمائی کرسکتے ، اس لیے سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہم سائنسی اور معاشی میدان میں

زبردست ترقی کریں اور تب ہی ہم انہیں چیلنج کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام پسند اور جہادی حلقوں میں ظاہر ہے بحث کا یہ انداز نہیں ہے البتہ ان میں کچھ لوگ اپنے قائدین اور اپنی تنظیموں کی پالیسیوں کو مختلف انداز سے ہدفِ تنقید بنا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اس طرح کے حالات میں تنظیمی پالیسیوں پر بحث سے یقیناً ہر ساتھی کا ذہن کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتا ہے۔ شیطان ایسے ہی کمزور مواقع کا منتظر ہوتا ہے کہ جب وہ اس طرح کے اثر کو بڑھا کر قوموں، تنظیموں اور جمعیتوں میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اپنی ناکامی کے موقع پر وہ خرابی ضرور تلاش کرنی چاہیے جو اس واقعہ کا اصلی سبب ہو لیکن یہ تلاش ایسی نہ ہو کہ جو اسے اس کے اصل مقصد، اس کی جمعیت اور اس کی منزل سے ہی دور کر دے۔ یہ سب کچھ اگر مقصد سے متفق رہ کر، جمعیت اور اطاعت امیر کے اندر رہ کر اور منزل کی طرف اپنا رخ برقرار رکھ کر کیا جائے تو تب ہی بہتر اور مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں، ورنہ اپنے اپنے دوراز کار فلسفوں، عجیب وغریب تجاویز، توجیہات اور بحث مباحثوں میں پڑ کر شدید اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے ساتھ دنیا و آخرت کی ناکامی والا معاملہ نہ ہو جائے۔

کیا عصری سائنسی انقلاب سے بے نیازی زوال کا سبب ہے؟

یہاں ہم ایسے سب لبرل اور مذہبی ساتھیوں کے اشکالات وملاحظات تو پیش نہیں کر سکتے لیکن سب مسلمانوں کی خدمت میں ایک بڑی موٹی سی بات پیش کرنے کو دل

ضرور چاہ رہا ہے کہ جس میں ان تمام موجودہ حالات کا اصل سبب بھی سمجھ آجائے گا اور اسی کے سمجھنے میں اس کا تدارک بھی خود ہی نکھر کر سامنے آجائے گا۔ یہ سبب اگر دور ہوجائے تو یقین مانئے نہ تو سائنسی اور عسکری ترقی میں کوئی کمی ہماری کامیابی و کامرانی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نہ ہی پھر ہمیں اپنی دینی و جہادی جماعتوں کی موجودہ تنظیمی پالیسیوں میں کوئی بڑی خرابی محسوس ہوگی۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہمیں سائنسی و عسکری اور علمی ترقی کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ہر صورت ہونی چاہیے، جتنی بھی ممکن ہو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾ [الانفال : ٦٠٨]

”اور (دشمن کے مقابلے میں) ان کے لیے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق قوت جمع کر کے تیاری کرو۔“

لیکن سائنسی ترقی میں کافروں پر برتری حاصل کرنے تک بیٹھے رہنا یا کافروں کی غلامی قبول کر لینا یا اسے ہی غلبہ و نصرت کا بنیادی سبب سمجھنا، یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ و عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ اس طرح ہم یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ تمام دینی و جہادی جماعتوں کی تمام پالیسیاں سو فیصد درست ہیں اور ان میں کسی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایسا یقیناً نہیں ہوسکتا لیکن ہم زیر نظر تحریر میں صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لبرل لوگ یا بعض مخلص دینی ساتھی موجودہ حالات کے ضمن میں جو بھی وجوہات یا ملاحظات و اعتراضات پیش کر رہے ہیں، ان میں کوئی

ایک بھی ایسی بات نہیں جو ان حالات کا اصل سبب ہو اور جس کے تدارک کی صورت میں آئندہ ایسے حالات کے وقوع پذیر ہونے کی واقعی امید نہ رہے۔

سائنسی انقلاب کو سبب کہنے والوں کے دلائل:

اس ضمن میں تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے بعض مخلص لوگ بھی موجودہ حالات کا غلط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب سے ہم عسکری ٹیکنالوجی میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہوئے، اسی وقت سے ہمارا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے تئیں کچھ ٹھوس دلیلیں بھی دیتے ہیں۔ مثلاً ان کا خیال ہے کہ برّصغیر میں مغلوں کا زوال ہی اس وجہ سے شروع ہوا کہ ان کی ہم عصر غیر مسلم اقوام ایجادات و اختراعات میں ترقی کر رہی تھیں۔ جنگی میدان میں بھی وہ توپوں، گنوں اور بموں کی صورت میں جدید ہتھیار استعمال کر رہے تھے جبکہ مغل حکمران ابھی تیر و تلوار پر ہی قناعت کیے ہوئے تھے۔ ان کی تیاریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین سے فضا تک کی تسخیر میں منہمک تھے۔ ایسے میں عصری سائنسی انقلاب سے بے نیاز مسلمان حکمران ان کے آگے کیسے ٹھہر سکتے تھے؟ چنانچہ انگریزوں کے مقابلے میں نہ صرف دنیا دار اور عیش پرست مغل حکمرانوں کی کچھ نہ چلی بلکہ بعد میں ٹیپو سلطان اور مجاہدین بالاکوٹ ایسے کٹر محبّ وطن اور مخلص و متقی دیندار بھی اپنے تمام تر جذبۂ ایمانی کے باوجود انہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خلافت کا برائے نام کمزور ادارہ بھی اسی انقلاب کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر بالآخر زمین بوس ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ہم اس لیے

مغلوب چلے آرہے ہیں کہ سائنسی و عسکری میدان میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں اور جب تک ہم اس میدان میں سبقت حاصل نہ کریں گے، ہمارے اوپر ظلم و ناانصافی کی اندھیری رات کبھی نہ ٹل سکے گی۔ اس لیے اصل اہمیت ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے ورنہ ہم چاہے کتنے ہی مخلص و متقی لوگ کافروں کے سامنے لاکر کھڑا کردیں تو محض ان کا تقویٰ و دینداری ہمیں نہ پہلے کبھی بچاسکی ہے نہ آئندہ بچاسکے گی۔

تاریخ سے ان دلائل کا رد:

یہ موقف رکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں، ذرا ایمانداری سے اپنی تاریخ کا جائزہ لیں۔ بتلایئے جب قرن اوّل ہی میں اسلام کا پھریرا آدھی سے زائد دنیا پر لہرانے لگا تھا تو کیا اس وقت ہم اسلحے اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اپنی تمام ہم عصر اقوام سے سبقت حاصل کیے ہوئے تھے؟ کوئی بھی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا۔ صورت حال تو یہ تھی کہ عالم اسلام جب پوری دنیا میں سپر پاور تھا، اس وقت بھی بہت سی جنگیں مسلمان نسبتاً اپنی کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی لڑتے رہے لیکن پھر بھی کامیاب رہے۔

اسلام کے غلبے کی ابتدائی جنگ ہی ان حالات میں شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس لڑنے کے لیے نہ کوئی اسلحہ تھا نہ کوئی تیر، تلوار اور گھوڑے۔ تعداد میں بھی مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایک تہائی تھے۔ وسائل کے لحاظ سے کافروں کے پاس ایک سو گھوڑے تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے۔ کافروں کے پاس ایک ہزار

اونٹ تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف ستر۔ اکثر مسلمانوں نے اس حالت میں جنگ لڑی کہ ان کے پاس لڑنے کے لیے صرف لکڑیاں اور درختوں کی ٹھنیوں وغیرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔لیکن اس قدر کم تعداد، کم وسائل اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کافروں سے کم تر اسلحہ کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور کافر منہ دیکھتے رہ گئے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کا مقابلہ پہلی بار وقت کی سب سے بڑی عسکری اور مادی قوت ......روم...... سے ہوا تو یہ جنگ پہلی جنگوں سے کس قدر مشکل تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک طرف مسلمان اس وقت کی سپر پاور سے ٹکرانے لگے تھے تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں قحط اور عسرت کا دور دورہ تھا، جس کی وجہ سے وسائل کی شدید قلت تھی۔ حالت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے سامان سفر مہیّا نہ کر سکنے کی وجہ سے اہل ایمان حسرت و یاس سے آنسو بہاتے واپس آ جاتے۔ قرآن مجید نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

﴿ اِذَا مَآ اَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ ﴾

[التوبة : ٩٢]

''وہ آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں (جہاد کے لیے) سواری مہیّا کر دیں تو آپ ﷺ (مجبوراً) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے

ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں (جہاد میں خود) خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ میسر نہیں۔‘‘

غرض یہ تھی بے سروسامانی کی حالت اور چلے تھے سپر پاور کا مقابلہ کرنے، لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ مسلمان جب جذبۂ ایمانی سے سرشار ہوکر میدان میں نکل کھڑے ہوئے تو وقت کی سپر پاور گیدڑ ثابت ہوئی اور وہ مقابلے کے لیے میدان میں آنے کی ہمت بھی نہ کرسکی......ایسے کوئی ایک دو واقعات نہیں کہ جنہیں کوئی اتفاقات کہہ کرانہیں نظرانداز کرتا ہوا آگے گزر جائے، تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ایسے ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے......غزوۂ احد میں سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں تین ہزار کفار تھے۔ غزوۂ احزاب میں تین ہزار مسلمان اور دس ہزار کفار تھے۔ غزوۂ خیبر میں چودہ سو مسلمان تھے جبکہ دس ہزار کفار تھے۔ غزوۂ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دو لاکھ کفار کا لشکر صف آراء ہوگیا۔ ان تمام غزوات میں مسلمان نہایت کم تعداد کے باوجود مسلسل فتح یاب ہوئے۔ ان غزوات میں وسائل جنگ کے مقابلے کا تو یہ حال رہا کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین ہزار گنا زائد وسائل بھی لے کر آئے لیکن پھر بھی ناکامی ان کا مقدر ٹھہری جیسا کہ غزوۂ احد میں کافروں کے پاس تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک اونٹ بھی نہ تھا۔ اس طرح تعداد میں بھی وہ اس غزوہ میں مسلمانوں سے چھیاسٹھ گنا زیادہ تھے لیکن پھر بھی ان کی کچھ نہ چلی۔

قلت وسائل و تعداد زوال کا سبب نہیں:

مسلمانوں کی قلت وسائل و تعداد ایک اور پہلو سے بھی قابل توجہ ہے۔ مسلمان جب پوری دنیا پر چھا گئے، ان کی قوت و ہیبت کے آگے کسی کو دم مارنے کی ہمت بھی نہ رہی، عرب سے لے کر ایران، عراق، ہندوستان اور شام و افریقہ سے سپین و اندلس، پرتگال، اٹلی، سسلی اور فرانس تک بڑی سے بڑی قوت نے ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، تب بھی وہ کفار کے مقابلے میں کہیں بھی کوئی معرکہ ہوتا تو عموماً وہ پھر بھی نسبتاً کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی معرکہ آراء ہوتے حالانکہ اب انہیں افرادی قوت اور وسائل کی کوئی کمی نہ رہی تھی۔ وہ جتنا اسلحہ اور تعداد چاہتے، میدان جنگ میں جھونک سکتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے زیادہ تعداد اور زیادہ وسائل کے ساتھ جنگ جیتنے کو اپنے مزاج اور اپنی شان کے ہی خلاف بنالیا۔ ان کے نزدیک زیادہ قوت و تعداد کے ساتھ جنگ جیت لینا کوئی کمال نہ رہا...... وہ کافروں پر ہمیشہ یہی ثابت کرتے رہے کہ دیکھو ہم نے اس قدر کم تعداد کے باوجود بھی تم پر غلبہ حاصل کرلیا ہے تو یقیناً اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے، اللہ پر ہمیں کامل ایمان و بھروسہ ہے اور صرف اسی کے نتیجے میں تم شکست سے دوچار ہوتے ہو...... کفار اگر اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے تو وہ صرف اسی بات سے متاثر ہوکر ہوئے تھے۔ ورنہ مسلمان اپنی زیادہ تعداد و قوت کے ساتھ انہیں مغلوب تو کر لیتے لیکن وہ اسلام سے متاثر نہ ہو سکتے اور نہ انہیں اس بات کا کبھی یقین آتا کہ

اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ تعداد اور کم قوت کے حصول کے چکر میں پڑ کر جہاد اور شہادت سے جی چرانے لگتے۔ چنانچہ مسلم جرنیلوں نے کبھی یہ حالات پیدا نہ ہونے دیے۔

جب قلتیں کثرتوں پر غالب آئیں!

اندلس کی فتح کا راز:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یرموک کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو تاریخی معرکہ ہوا، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ رومیوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کی ہلاکت کے ساتھ شکست فاش کھائی۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے جب جبرالٹر کے مقام پر اندلس میں اپنے لشکر کو اتارا تو راڈرک مقابلے میں ایک لاکھ فوج لے کر آیا جو کیل کانٹے سے مکمل لیس تھی جبکہ مجاہدین کی تعداد صرف سات ہزار تھی۔ دوسری طرف طارق نے کشتیاں جلا کر اپنی فوج کی واپسی کے راستے بھی مسدود کر دیے تھے۔ نہ کوئی بھاگنے کا راستہ تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید۔ حالانکہ طارق خلیفۂ وقت سے جس قدر بھی لشکر اور قوت چاہتا، اسے فراہم ہو سکتی تھی لیکن طارق اپنے انہی مختصر لشکریوں اور مختصر وسائل کے ساتھ لڑا۔ ویسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ان کے پیش نظر تھی کہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار مسلمانوں کی تعداد کافروں کے بڑے سے

بڑے لشکر کو بھی شکست دینے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ طارق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوجیوں کو یادگار خطاب کرتے ہوئے یہ تاریخی الفاظ کہے:

''اللہ کی قسم! صرف پامردی اور استقلال ہی میں نجات ہے، اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو قلت تعداد سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی ، کاہلی، سستی ، نامردی، باہمی اختلاف اور غرور کے ساتھ کثرت تعداد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مشقت و جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے جو عزت وشرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب لکھا ہے، اس کی طرف بڑھو، اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہوگئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے ۔ دوسرے مسلمان تمہیں الگ برے الفاظ سے یاد کریں گے۔''

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے عزت و کامیابی کا جو راستہ دکھایا، وہ آج بھی ہمارے لیے رہنما ہے۔ اس نے رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو بتا دیا کہ حق کی راہ میں قلت وسائل و تعداد کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز ہمارا باہمی اتحاد اور اللہ پر کامل بھروسہ ہے۔ یہ نعمت اگر موجود ہے تو ہم بہت تھوڑے وسائل کے ساتھ بھی کفار کے بڑے سے بڑے لشکر کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں اور اگر باہمی اتحاد نہیں تو پھر ہم جس قدر بھی قوت اور تعداد کے ڈھیر اکٹھے کرلیں، ان کی حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ

کچھ نہ ہوگی۔ اس اصول کو تمام مسلم جرنیلوں نے مشعل راہ بنایا۔

محمد ابن قاسم کی سندھ پر یلغار:

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں راجہ داہر چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر آیا لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اور اسی کم تعداد کے ساتھ مسلمانوں نے راجہ داہر کی فوج کو شکست دی اور خود راجہ داہر بھی مارا گیا۔ قتیبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ پورے وسط ایشیا کو تسخیر کرتا ہوا چین تک پہنچا اور خاقان چین کے بھتیجے کی قیادت میں لڑنے والے دو لاکھ کے چینی لشکر کو بڑی کم تعداد کے ساتھ شکست دی اور خاقان چین کو بالآخر جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ قیصر روم ارمانوس کے تین لاکھ کے لشکر جرار کو عبرتناک شکست سے دو چار کیا اور خود قیصر روم بھی گرفتار ہوا۔

اندلس کے زوال کے شروع میں بھی یہ حالت تھی کہ جب فرانس اور پرتگال کی سرپرستی میں اردگرد کے عیسائیوں کی چیرہ دستیاں بڑھیں تو مسلمانان اندلس نے شمالی افریقہ کے اس وقت کے سالار یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ ۱۰۸۶ء میں بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس میں آیا تو مقابلے میں الفانسو ششم ساٹھ ہزار سپاہی لے کر آیا۔ یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فوج کو بری طرح کچلا اور الفانسو خود بھی زخم چاٹتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

صلیبی جنگ کس نے جیتی؟

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفۂ وقت اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کی کسی مدد و اعانت کے بغیر تن تنہا پورے یورپ کے ٹڈی دل صلیبیوں کے لشکریوں کا مقابلہ کیا، پہلی صلیبی جنگ میں چھینا ہوا بیت المقدس ان سے واگزار کرایا اور کافروں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا کہ پھر وہ گزشتہ بیسویں صدی تک مسلمانوں سے بیت المقدس نہ چھین سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمان اکثر کم تعداد، کم وسائل اور کم تر ٹیکنالوجی کے باوجود بھی غالب رہے تو پھر ان کے زوال اور شکست کی کیا وجوہات رہیں؟

زوال امت کے اسباب

① غداری:

ان واقعات کے تناظر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب یقیناً بہت سے ہوں گے اور ہو سکتے ہیں لیکن ہماری نظر میں مسلمان جب بھی زوال اور ناکامی کا شکار ہوئے تو اس کی ہمیشہ ایک بڑی اہم اور بنیادی وجہ رہی اور وہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا فقدان، باہمی کشت و خون اور غداری ہے۔ اس بنیادی سبب کو ہم عملاً شاید اس قدر اہمیت نہیں دیتے لیکن اب ہم یہ بات بھی تاریخی نظائر

سے ہی ثابت کریں گے کہ مسلمانوں کی تباہی میں باہمی مناقشت اور غداری نے ایک بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آج ہم موجودہ حالات کی وجہ عالم اسلام کی کم تر سائنسی ترقی قرار دیتے ہیں یا دینی و جہادی جماعتوں کی بعض تنظیمی پالیسیوں کو موردِ الزام ٹھہرا کر اپنے آپ کو مطمئن کررہے ہیں لیکن ہم تاریخی حقائق کے ساتھ بات کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہی وجوہات ہی عالم اسلام پر موجودہ ابتلاء کا نتیجہ ہیں تو پھر ذرا اپنی تاریخ میں جھانک کر بتلائیے کہ مسلمانوں پر ایسے بھی مواقع آئے کہ جب وہ طاقت و تعداد اور وسائل ہر لحاظ سے کافروں پر برتر تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر وہ پوری دنیا پر غالب تھے، ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا، وہ بلا شرکتِ غیرے دنیا کی سپر پاور تھے لیکن پھر آناً فاناً ایسا ہوا کہ مسلمانوں کی یہ ساری ہیبت ناک طاقت تاتاریوں کے ایک ہی ہلّے میں ہوا ہوگئی...... مسلمانوں کا دارالخلافہ اور دارالقوۃ بغداد کسی مرگھٹ کا منظر پیش کرنے لگا۔ دریائے فرات لاکھوں مسلمانوں کے خون سے کئی دن تک سرخ رہا۔ دنیا کو فکر و فلسفہ اور سائنس کی عالمانہ رہنمائی دینے والی ان کی لاکھوں کتابیں دریا برُد ہوگئیں اور انہیں کوئی چیز بھی اس تباہی سے نہ بچاسکی۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں نے خلیفہ کی موجودگی اور سرپرستی کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ کسی طاغوتی اور کافر نواز مسلم حکمران سے وہ کوئی تعاون بھی حاصل نہ کررہے تھے اور نہ کوئی کافر یا کٹھ پتلی مسلمان حکمران انہیں استعمال کررہا تھا جس کا نتیجہ ان المناک حالات کو قرار دیا جاسکتا۔ اس کے باوجود مسلمان اتنی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے جس کی

پہلے اور بعد میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کیا ہمیں معلوم ہے، اس وقت اس سانحۂ عظیم کی وجہ کیا تھی؟ اس وقت ہم غیر مسلم دنیا سے سائنسی ترقی میں آگے نہیں تو کم از کم پیچھے بھی نہیں تھے بلکہ سبقت کی پوزیشن میں آرہے تھے لیکن مادی و اقتصادی اور عسکری طور پر بہرحال ہم ساری دنیا پر غالب تھے۔

بغداد کی شکست اور غداری:

پھر آخر کیا ایک اتنی بڑی طاقت اتنی آسانی سے شکست کھا کر تباہی و بربادی سے کیسے دوچار ہوگئی؟ بہت سے لوگوں کو یہ وجہ معلوم ہے کہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت خود خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے دی۔ اس نے محض اپنے مسلکی اختلاف کے تعصب میں پورے عالم اسلام کو داؤ پر لگا دیا۔ اس وقت عالم اسلام ایک سپر پاور تھا لیکن جب اپنوں نے غداری کی تو سپر پاوری بھی دھری کی دھری رہ گئی۔ کتابوں میں یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہلاکو خان اپنی تمام تر وحشیانہ طاقت کے باوجود ڈرتا تھا کہ مسلمانوں کے اس دارالخلافہ اور خلیفۂ مسلمین کے خلاف فوج کشی کرنے پر کہیں اس پر کوئی شامت نہ آجائے لیکن خواجہ نصیر الدین طوسی نے ہلاکو خان کی یہ کہہ کر ہمت بندھائی کہ جب پیغمبروں کے قتل اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہوا تو عباسی خلیفہ کے قتل سے کیا ہوگا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ پھر محض اپنوں کی غداری کے طفیل گیدڑ دشمن بھی شیر بن گئے اور مسلمانوں کے قتل عام کے لیے ان کا سارا ڈر اور خوف دور ہوگیا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہی غداریاں ہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو شروع سے لے کر آج تک قدم قدم پر نقصان عظیم سے دوچار کیا۔ جب ہم اپنے ذاتی، مالی، مسلکی، علاقائی، لسانی اور کرسی کے مفادات کے لیے اندھے بن جاتے ہیں تو پھر تباہی و شکست ہمیشہ ہمارا مقدر بنتی ہے۔ ان مفادات و تعصّبات کا شکار ہو کر جب ہم غداری کرتے ہیں تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس قدر طاقتور یا کمزور ہیں۔ غداری ایک ایسا شعلہ ہے جو بظاہر بہت چھوٹا ہو کر بھی بڑی بلند و بالا اور مضبوط عمارت کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔

محمد بن قاسم سے غداری:

تاریخ میں کوئی ایک واقعہ نہیں، بے شمار واقعات اس بات کی تائید میں شہادت دیتے ہیں۔ محمد بن قاسم جب پورے سندھ کو فتح کرتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ سارا برصغیر اسی وقت مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ جاتا کہ خلیفۂ وقت نے محض خاندانی اختلاف اور عناد کی بنا پر محمد بن قاسم کو معزول کر کے واپس بلا لیا اور یہ عظیم جرنیل جس کی سیرت اور کردار سے ہندو اس قدر متاثر تھے کہ وہ اسے دیوتا اور نجات دہندہ سمجھ کر اس کا بت بنا کر پوجنے لگے تھے، لیکن اپنوں نے اس کا یہ صلہ دیا کہ وہ جیل میں ہی گل سڑ کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی پالیسی میں کوئی غلطی تھی۔ آج جہادی تنظیموں اور طالبان میں غلطیاں ڈھونڈنے والے بتائیں کہ اس وقت

محمد بن قاسم سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والے اللہ کے ان مخلص بندوں، جہادی جرنیلوں اور جہادی جماعتوں سے کبھی کوئی بڑی بنیادی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے دشمن کے بڑے سے بڑے اسلحہ سے کبھی مار کھائی نہ قلت تعداد سے انہیں شکست ہوئی اور نہ ہی وسائل کی کمی انہیں کوئی نقصان پہنچاسکی۔ انہیں جب بھی نقصان پہنچا تو صرف اور صرف اپنوں کی غداری کے صدقے ہی ملا اور وہ بھی اس حالت میں جب وہ طاقت میں بھی دشمن سے زیادہ ہوتے ۔

ہمیں اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

تیر کھا کے دیکھا جو کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اندلس و افریقہ کی شکست اور غداری:

اپنوں کی غداری کے یہ سیاہ اوراق تاریخ میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ طارق رحمۃ اللہ علیہ بن زیاد اور موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن نصیر پورے شمالی افریقہ اور اندلس کو روندتے ہوئے یورپ کو پامال کرنے ہی لگے تھے کہ دربار خلافت سے ان کی واپسی کے احکامات آ گئے۔ اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک مرض الموت میں تھا۔ولید اپنے باپ کی وصیت کے برعکس اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتا

تھا۔ حجاج بھی اس کا حامی تھا لیکن وہ یہ کام انجام نہ دے سکا چنانچہ سلیمان نے برسر اقتدار آ کر حجاج کے بھیجے ہوئے تمام جرنیلوں اور عمّال کو معزول کر دیا۔ محمد بن قاسم کے علاوہ ان میں موسیٰ بن نصیر بھی شامل تھے۔ انہیں بھی کافی عرصہ جیل میں ڈالا گیا اور پھر رہائی کے بعد اس عظیم جرنیل کی باقی زندگی غربت و افلاس میں بسر ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر سپین کی کامیاب فتح کے بعد فرانس اور پھر اٹلی پر فوج کشی کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سمت سے حملہ کر کے مسلمانوں کی حریف رومی حکومتوں کو تباہ کیا جاسکے۔

مگر اے بسا آرزو ! کہ خاک شد

اپنوں کی مہربانیوں نے اس کی نوبت نہ آنے دی اور ہم یورپ کی تسخیر کے اس تاریخی موقع کو پھر کبھی بھی حاصل نہ کر سکے۔

غرناطہ کی شکست اور غداری:

۱۴۶۶ء میں غرناطہ کا فرمانروا ابوالحسن علی اندلس کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی دستبرد سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اس کے اپنے بیٹے ابوعبداللہ نے غداری کر کے ملت کی لٹیا ڈبو دی۔ وہ فرڈی نینڈ سے مل گیا اور اس کی مدد سے خود غرناطہ پر قابض ہو گیا۔ غرناطہ کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کی تلواریں ٹکرانے لگیں۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرڈی نینڈ نے الورا، رونڈا، ملاغہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اب صرف غرناطہ کا شہر بچ گیا تھا جو کٹھ پتلی ابوعبداللہ کے پاس تھا۔ فرڈی نینڈ نے اسے بھی اپنے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔ غدار ابوعبداللہ کی اب جا کر آنکھیں

کھلیں لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ مسلمان اس بری طرح سے وہاں کاٹے گئے کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ سینکڑوں اہم اور ممتاز مسلم شخصیات کو بھیڑ بکریوں کی طرح باندھ کر صلیبیوں کے حوالے کیا گیا اور بعد میں بچے کھچے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مکمل عیسائی بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ غداری کا نتیجہ ہے کہ ماضی کی اس عظیم مسلمان سلطنت میں آج ایک بھی مقامی مسلمان کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔

ٹیپو سلطان کی شکست اور غداری:

ٹیپو سلطان کے ساتھ ہونے والی غداری سے ہمارے ہاں کوئی بے خبر نہیں۔ میر جعفر اور میر صادق کی غداری سے انگریزوں کے خلاف یہ آخری مضبوط بند تھا جو ٹوٹ گیا اور پھر اس سیلاب کو روکنا کسی کے بس میں نہ رہا۔

مجاہدین بالاکوٹ کی شکست اور غداری:

مجاہدین بالاکوٹ کی تحریک اپنے اسلامی طریقۂ کار، اثرات اور انجام کے لحاظ سے ہمارے لیے اپنے اندر بہت زیادہ سبق رکھتی ہے۔ یہ برّصغیر کی پہلی اسلامی تحریک ہے جس کے حالات اور طریقہ کار آج کی تحریک دعوت وجہاد سے سب سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ اس کا مطالعہ ہمیں خصوصی طور پر کرنا چاہیے، دونوں ہی نے غیر حکومتی سطح پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کا آغاز کیا۔ منہج، مقاصد اور طریقۂ کار کے اعتبار سے بھی دونوں میں کوئی بڑا یا بنیادی فرق نظر نہیں آتا۔ کتاب وسنت کی بنیاد پر دعوت وجہاد کو ہی انہوں نے اپنی تحریک کا محور بنایا۔ توحید کی دعوت، سنت کا احیاء،

بدعات کا استیصال اور معاشرے میں پھیلی ہوئی غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا اور پھر غیر مسلموں کے ہاتھوں جکڑے اور پسے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروا کر اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کو دونوں نے اپنا سب سے بڑا نصب العین ٹھہرایا۔ مجاہدین بالاکوٹ نے اس وقت اپنے کام کا آغاز کیا جب پنجاب اور سرحد کے اکثر علاقے سکھوں کے شکنجۂ ظلم میں کسے جا چکے تھے۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا جانے لگا تھا۔ سرعام اذان دینے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی اور اکثر مساجد کو اصطبل بنادیا گیا تھا۔ باقی علاقوں میں انگریز سامراج اپنے ناپاک قدم بڑھا رہا تھا۔ ان حالات میں مجاہدین بالاکوٹ نے ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں دعوت و اصلاح اور بیداری کا کام شروع کیا جبکہ آزاد سرحدی اور قبائلی علاقہ جات سے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف عملی طور پر جہاد شرع کردیا گیا۔ اب تک سمجھا جاتا تھا کہ مسلمانوں نے جنگ اور جہاد میں جو تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں تو یہ صرف حکومتی سرپرستی کے نتیجے میں ممکن ہوئی ہیں لیکن مجاہدین بالاکوٹ نے اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ یہ کافروں کی خام خیالی ہے۔ اصل چیز پہلے بھی اور اب بھی جذبۂ ایمان و جہاد ہی ہے۔ اگر یہ جذبہ زندہ ہے تو کسی حکومت کی مدد کے بغیر بھی مسلمان غالب آسکتے ہیں لیکن یہ جذبہ اگر مر جائے تو دنیا میں چاہے مسلمانوں کی 51 سے زائد حکومتیں بھی بن جائیں، چاہے ان کے پاس تیل کی دولت سے لے کر دنیا کے جدید ترین ہتھیار ایٹم بم اور بڑے سے بڑے میزائل تک موجود ہوں اور چاہے ان کی آبادی بھی اربوں سے تجاوز کر جائے لیکن اتنے وسائل اور اتنی

تعداد کے باوجود دنیا میں یہ غلام کے غلام ہی رہیں گے۔ کافر طاقتوں کے ایک فون پر ان کی پالیسیاں آن کی آن میں بدل دی جائیں گی اور یہ اف بھی نہ کرسکیں گے۔ مجاہدین بالاکوٹ جذبۂ ایمان کے ساتھ اٹھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سکھوں کی دہشت گردی سے جنم لینے والی رنجیت سنگھ کی بظاہر بڑی مستحکم حکومت کے در و دیوار ہل گئے۔ خیبر سے لے کرامب، ہزارہ، کاغان، شنکیاری اور پشاور سے لے کر مظفرآباد تک کا علاقہ مجاہدین کی عملداری میں آ گیا۔ بالائی ہزارہ میں فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ دیا گیا اور اسے دارالامارت بنا کر یہاں باقاعدہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تمام اسلامی حدود و تعزیرات نافذ کردی گئیں اور ہر علاقے کے لیے عاملین زکوٰۃ وعشر بھی بنا دیے گئے۔ مجاہدین نے ثابت کردیا کہ کم تعداد اور وسائل کے باوجود اگر جذبۂ جہاد و ایمان مستحکم ہو تو مسلمان پھر بھی غالب آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے ہر صورت حکومت کا موجود ہونا یا قائم کرنا ضروری شرط نہیں بلکہ یہ حکومت بھی کافروں کے خلاف جہاد کے نتیجہ میں بالآخر قائم ہو جاتی ہے اور مجاہدین نے عملاً یہ کام کر کے دکھایا۔ انہوں نے پہلے سکھوں کو شکست دی اور پھر انگریزوں کی اس طاقت سے ٹکرائے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ سکھوں کے معاملے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مجاہدین کی طرح کی ایک روایتی طاقت تھے، اگرچہ سکھ ایک باقاعدہ فوج اور وسیع حکومت کے تحت تھے اور مجاہدین کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، حکومت بھی بنی تو کافی عرصہ بعد اور وہ بھی تھوڑی مدت تک قائم رہی، اس لیے سکھ روایتی اور قدیم طرز کی طاقت ہونے کے باوجود مجاہدین سے دنیاوی

لحاظ سے ہرصورت برتر تھے لیکن انگریز تو مجاہدین کے مقابلے میں وقت کی ایک جدید ترین طاقت تھے۔ اس کے باوجود انگریزوں نے بھی کئی بار ان ہی مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی۔

امبیلا کی تاریخی اور آخری جنگ میں انگریز فوج اپنے تمام لاؤ لشکر اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ساتھ دو ماہ تک پہاڑوں جیسے حوصلے کے مالک مجاہدین اور ان کے اتحادی قبائل سے ٹکراتی رہی لیکن اسے اس قدر ہزیمت ملی کہ برطانوی فوج کو شاید ہی کسی اور جنگ میں اس قدر ملی ہو۔ وہ مجاہدین کے مرکز ملکا تک پہنچ کر اس کا نام ونشان مٹا دینا چاہتے تھے لیکن مجاہدین اور قبائل کا اتحاد ان کے ناپاک عزائم کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہوگیا۔ انگریزوں نے کئی راستے بدل کر ملکا تک پہنچنا چاہا لیکن ہرطرف پہاڑوں سے سر ٹکرانے کے سوا انہیں کچھ نہ مل سکا۔ مجاہدین صرف پندرہ سولہ سو تھے البتہ قبائل کی انہیں مکمل معاونت حاصل تھی جبکہ انگریزی فوج کس قدر طاقت اور تعداد کے ساتھ حملہ آور تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ابتدا میں کل فوج پانچ ہزار، ایک سو پیادہ سپاہیوں، دو سو سواروں اور دو سو اسّی توپ خانے پر مشتمل تھی۔ ۴ نومبر ۱۸۶۳ء تک یہ حالت ہوگئی کہ جنرل چیمبرلین مزید کمک کے لیے تار پر تار دے رہا تھا اور پنجاب اور سرحد کی چھاؤنیوں میں سے دن رات فوجیں بھیجی جا رہی تھیں۔ بقول آبادشاہ پوری پنجاب کی فوجی چوکیاں سب کی سب خالی ہوچکی تھیں اور حکومت پنجاب وائسرائے کی حفاظتی فوج کے ایک حصے کی خدمات حاصل کرنے پر مجبور ہوگئی

تھی......انگریزی فوج کی حالت روز بروز زبوں تر ہوتی جاتی تھی۔فوج پر فوج بھیجی جارہی تھی حتیٰ کہ وسط نومبر تک پنجاب کی چھاؤنیاں خالی ہوچکی تھیں اور میاں میر کے کمانڈنگ آفیسر کو گورنر کے لیے ۲۴ حفاظتی سپاہیوں کی گارد کا انتظام کرنا مشکل ہوگیا تھا۔

قارئین کرام! یہ تھی مجاہدین کی صورتحال جو نہ صرف ابھی کسی منظّم حکومت اور باقاعدہ فوج کی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس زیادہ تر اسلحہ بھی روایتی اور قدیم طرز کا تھا، وہ تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں اور گنڈاسوں سے جاں سپاری کی مثال قائم کررہے تھے۔ بندوقیں بہت کم لوگوں کے پاس تھیں اور وہ بھی توڑے دار چقماقی بندوقیں جبکہ مقابلے میں وقت کی ایک سپر پاور تھی۔ انگریز وقت کے جدید ترین ہتھیاروں، رائفلوں اور توپوں سے مسلح تھے لیکن پھر بھی اس سپر پاور کا یہ حال ہوا کہ مجاہدین نے اسے ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کردیا۔کیا ہمیں معلوم ہے کہ برطانیہ جیسی طاقت اتنے کم مایہ مجاہدین کے ہاتھوں اتنی ذلیل کیسے ہوئی؟اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ مجاہدین کے ساتھ تمام قبائلی مسلمانوں نے بھی مکمل یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا۔اس سے پہلے بھی مختلف معرکوں میں جب تک مجاہدین اور قبائلی مسلمان متحد ہوکر لڑتے رہے، انہیں کوئی بڑی سے بڑی طاقت شکست نہ دے سکی لیکن جوں ہی مسلمان آپس میں غداری کرتے ، سارا نقشہ بدل جاتا۔فتوحات ذلتوں اور پسپائیوں میں بدل جاتیں اور غیر مسلموں کے جبر وظلم کا اقتدار ان پر سایہ فگن ہوجاتا۔

مجاہدین تو شہادتوں کو سینے سے لگا کر کم از کم اللہ کے ہاں سرخرو ہو جاتے لیکن غداری کرنے والے مسلمان بالآخر برے انجام کا شکار ہوتے۔ نہ دنیا میں ان کی کوئی عزت رہتی نہ آخرت میں۔ امبیلا کے اسی تاریخی معرکے میں کہیں تو یہ صورتحال تھی کہ مجاہدین اور مسلمانوں کے اتحاد کے آگے برطانوی ہند کی ساری فوج بھی ناکام ہوگئی تھی۔ وہ اپنے سے دس گنا زائد دشمن کے بھی دانت کھٹے کر رہے تھے لیکن پھر آخر کار کافروں نے مجاہدین کو شکست دینے کے لیے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈال دیا جائے۔ ان کے اندر سے ہی غدار تلاش کیے جائیں۔ مجاہدین اگر چہ اس دفعہ بڑی ہوشیاری سے کافروں کے اس پرانے حربے کو ناکام کرتے آرہے تھے لیکن آخر کہاں تک...... سیم وزر کی چمک نے بالآخر کئی قبائلی سرداروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ پہلے بھی وہ اس طریقے سے کئی بار قبائلی خوانین اور سرداروں کو خرید کر مجاہدین کو کافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ دولت کے لالچ میں آکر ان قبائلیوں نے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کیا تھا۔ ایک موقع پر پورا کشمیر بھی گلاب سنگھ ڈوگرہ سے مجاہدین کے ہاتھ آرہا تھا لیکن انگریزوں نے کشمیر کے مسلمان گورنر امام الدین کو شیشے میں اتار لیا اور یوں یہ تاریخی موقع پھر کبھی حاصل نہ ہوسکا۔ اب بھی انگریزوں نے یہی آزمودہ طریقہ استعمال کیا۔ انگریزوں نے قبائلیوں کو پیسے کے لالچ کے علاوہ یقین دلایا کہ وہ صرف ہندوستان سے آنے والے ان مجاہدین کے مرکز تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی قبیلے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے چنانچہ ان قبائلی

سرداروں کو شیشے میں اتارنے کے بعد انگریزوں کے لیے مجاہدین کے مرکز تک پہنچنے کا راستہ کھل گیا۔ اس اثناء میں بونیری قبائل کا بڑا جرگہ پشاور کے کمشنر کے آستانے پر حاضر ہوا۔ وہ مجاہدین سے علیحدہ ہوجانے کی اچھی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انگریز جانتے تھے کہ فریق مخالف اگر ایک مرتبہ اپنے موقف سے ڈگمگا جائے تو پھر وہ کبھی جم کر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ پسپائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انگریزوں نے ان قبائلیوں کی پیش کردہ شرائط مسترد کردیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ غداروں کو اپنی شرائط پر نہیں، انگریزوں کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا۔ مجاہدین تک پہنچنے کی آڑ میں انہوں نے پہلے لالو کی بستی پر شب خون مارا اور چار سو آدمی ہلاک کردیے۔ پھر امبیلا کی بستی کو آگ لگادی۔ دو سو آدمی زخمی یا ہلاک ہوئے اور یوں پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے مجاہدین کے مرکز ملکا تک پہنچ گئے۔ یہاں مجاہدین نے اگرچہ قربانی و سرفروشی کی عظیم مثالیں قائم کیں، وہ کٹ تو گئے لیکن اس معرکہ سے مسلمانوں پر یہ ثابت ہوگیا کہ جب اپنے ہی غداری پر تل جائیں تو پھر شکست سے بچنا ایک امر محال ہوتا ہے، چاہے ہم دشمن کے مقابلے میں کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ لے آئیں۔ لیکن اگر ہم کافروں کے سامنے سب مسلمان ایک جان ہوکر کھڑے ہوجائیں تو پھر چاہے ہماری تعداد کتنی ہی کم اور اسلحہ بھی چاہے کتنا ہی کم تر ٹیکنالوجی کا حامل ہو، دشمن کبھی ہمارے آگے نہیں ٹھہر سکتا......اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک دفعہ جھکا لیتے ہیں تو پھر یہ بھی آئندہ بلیک میل ہی ہوتے رہتے ہیں اور انہیں کچھ ملنا تو دور

کی بات ہے، کافروں کی شرائط پر ہی معاہدے کرنا پڑتے ہیں جیسا کہ آج کل ہمارے جنرل مشرف صاحب کی افغانستان میں خدمات کے عوض بش نے تعریفوں کے پل تو بہت باندھے لیکن عملی طور پر کوئی قابل ذکر ٹھوس مالی امداد دی نہ ہی ایف 16 کی غبن کی ہوئی رقم یا پاکستان کی کشمیر سمیت کسی پالیسی اور مفاد کی حمایت کی گئی۔ وائے افسوس! تاریخ اسلام کے روز اوّل سے لے کر آج تک یہی واقعات اور یہی مثالیں بار بار دہرائی جارہی ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

طالبان کی شکست اور غداری:

آج طالبان کی حکومت کے خاتمے میں بھی غداری نے ہی سب سے بڑا اور اہم رول ادا کیا۔اس کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کچھ نہ کرسکتا تھا جو اس نے اب کرکے دکھایا۔ امریکی حکام کے جب پاکستانی حکمرانوں کے بارے میں یہ ریمارکس تھے کہ انہوں نے ہماری توقع سے بھی بڑھ کر تعاون کیا اور یہ کہ ان کے تعاون کے بغیر وہ کچھ ممکن نہ تھا جو اب ممکن ہوا ہے تو خود افغانستان کے اندر جن افغانیوں نے غداری کی، اس کے تباہ کن اثرات کس قدر زیادہ ہوئے ہوں گے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واشنگٹن ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ امریکہ نے افغانستان کے کئی درجن وار لارڈز کو ستر لاکھ ڈالر سے زائد رقم بطور رشوت دی۔ ذاتی اور علاقائی و گروہی مفادات میں ہم کس قدر اندھے ہوجاتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ جناب عطاء الحق قاسمی کے مطابق شمالی اتحاد کے ایک

کمانڈر نے افغانستان میں قید پاکستانیوں کی ایک لاٹ ''ساٹھ لاکھ'' روپے میں تھوک کے نرخوں میں خریدی اور پھر ایک ایک قیدی کو کئی کئی لاکھ کے عوض ان کے ورثاء کے ہاتھوں پرچون میں فروخت کرکے کئی گنا زیادہ کمایا۔ غرض جب ہمارے اندر اپنوں کی غداریوں کی یہ صورتحال ہوتو پھر ایسی قوم کوتو ایک معمولی طاقت بھی آسانی سے غلام بناسکتی ہے۔

۲ باہمی اختلاف:

ایک اور دلچسپ تاریخی تجزیہ بھی میں قارئین کے گوش گزار کردینا چاہتا ہوں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ تو ہمیشہ حسن سلوک کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ وہ چاہے طاقتور اور غالب تھے یا محکوم ومظلوم اور مقہور، کافروں کے ساتھ انہوں نے بدترین حالات میں بھی ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت کم ویسی بدسلوکی کی جیسی کافر ہمیشہ ماضی سے لے کر آج تک موقع ملنے پر مسلمانوں کے خلاف کرتے آئے ہیں لیکن مسلمانوں نے اپنوں کے ساتھ ایسا سلوک ضرور کیا جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بنو امیہ اور بنوعباس کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنا باہمی اختلاف ختم نہیں کرسکتے اور شاید یہ عملاً سوفیصد ممکن بھی نہ ہو، مختلف نظری اور تدبیری امور میں ہر قوم، ہر جمعیت اور ہر تنظیم میں اختلافات رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن کیا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنی توقع

بھی نہیں کر سکتے کہ جب مسلمانوں کے ایک گروہ، ایک تنظیم، ایک قوم یا ایک ملک کا مقابلہ کافروں سے ہو تو کم از کم اس وقت اپنے اپنے اختلافات اور مفادات کو بھلا کر دشمن کے مقابلے میں یکجا ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بھائی کو کافروں کے ہاتھوں مروا کر یا انہیں کافروں کے حوالے کر کے خود بچ جاؤں گا...... نہ اس کا دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ کاش ہم اپنے نبی ﷺ کے اس فرمان کو ہی حرز جاں بنا لیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهُ وَلَا یُسْلِمُهُ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))

[صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم، حدیث : ۲۴۴۲]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے کسی کافر کے حوالے کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت میں مشغول ہو، اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا اور جو کوئی مسلمان (کی برائی) کا پردہ رکھے گا، اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔“

ہمارا آپس میں باہمی طور پر چاہے جتنا بھی اختلاف ہو، ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کافروں کا باہمی اختلاف ہم سے زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ جب بھی کوئی ایک کافر ملک مسلمانوں کے مقابلے میں آتا ہے تو باقی کافر اپنے تمام اختلاف بھلا کر مسلمانوں کے اس دشمن کافر ملک کی پشت پر آموجود ہوتے ہیں۔

انڈیا اگر کشمیر پر کوئی حق اور انصاف کی بات ماننے کو تیار نہیں تو کیا کسی بھی اور کافر ملک نے انڈیا کو اس کے ظلم و جبر سے باز رکھنے کی کوئی کوشش کی بلکہ الٹا وہ پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لیے سرحدوں پر فوج لے آیا تو پہل انڈیا کی طرف سے ہونے کے باوجود یہ کافر ممالک صرف انڈیا کو سمجھانے کی بجائے پاکستان اور بھارت دونوں کو کشیدگی کم کرنے کا کہتے ہیں۔ گویا دونوں کو کشیدگی کا برابر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ انڈیا کے واضح جارحانہ اقدامات کے باوجود صرف اس کی مذمت کوئی کافر نہیں کرتا۔ اب بھی امریکہ نے پاکستان کی تھوڑی سی امداد کی تو اس کے عوض یہ شرط بھی لگائی کہ پاکستان نہ صرف انتہا پسندوں (مجاہدین) کے خلاف سرگرمی سے کام کرتا رہے گا بلکہ بھارت کے ساتھ کشیدگی میں بھی کمی لائے گا۔ اس سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ہی بھارت کے ساتھ کشیدگی پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اسرائیل کے معاملے میں کافروں کا یہ روّیہ اس سے زیادہ ظالمانہ اور جانبدارانہ ہے۔ اسرائیل اپنے تمام تر ہلاکت خیز ہتھیاروں، میزائلوں اور ٹینکوں سے بلا ناغہ فلسطینیوں کا قتل عام کرتا

ہے اور بے چارے فلسطینی چار ہزار سال پرانے اسلحے غلیل سے بھی اس کا جواب دیں تو انہیں بھی تشدد کا اتنا ہی ذمّہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جتنا کہ اسرائیل کو...... بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکہ اور کئی دوسرے ممالک کھلم کھلا صرف مظلوم فلسطینیوں کو ہی تشدد اور دہشت گردی کا ذمہ دار قرار دینے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ یاسر عرفات جس نے ہمیشہ ان کافروں کے مفادات کی پاسداری کا کردار ادا کیا اور خود کو مسلمانوں میں لبرل اور معتدل لیڈر کے طور پر پیش کیا لیکن اس کی ''خدمات'' کا بھی یہ صلہ دیا گیا کہ وہ بھی اب ناقابل اعتبار ٹھہرا ہے۔ اس کی ایسی تصویریں نیوز ویک میں شائع کی جارہی ہیں جن میں اسے زنجیروں سے بندھا ہوا اور الٹا لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں سے غداری کرنے والے کا عصر حاضر میں ہمارا آنکھوں دیکھا انجام۔

کاش! ہمارے دوسرے لیڈر اور حکمران اس سے عبرت حاصل کریں۔ تاریخ سے سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ عزت اور حمیت و غیرت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر اس راہ میں موت بھی آجائے، بظاہر دنیاوی طور پر شکست بھی ہو جائے تو پھر بھی اس انسان کی عزت پہلے سے کئی سو گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ عارضی شکست اور تباہی بعد میں بڑی فتح کا پیش خیمہ بن جاتی ہے لیکن بے غیرتی اور بے حمیتی قوموں پر غلامی و پستی اور ذلت کی طویل رات مسلط کر دیتی ہے۔ ﴿فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

سقوط بغداد کیوں ہوا؟

قاضی کاشف نیاز

سقوط بغداد کیوں ہوا؟

جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو کچھ ہمارے اعمال تھے، پھر اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

دل تو بہت گرفتہ ہے، آنسو بہانے کو بھی اس قدر جی چاہتا ہے کہ جس سے شاید ندیاں بھی رواں ہو جائیں، ہوش وحواس اور دماغ اپنے ٹھکانے سے باہر جاتا محسوس ہوتا ہے، امت مسلمہ کی حالت زار دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، ہائے سفینۂ امت کس طرح جگہ جگہ لٹ رہا ہے، مسلمانوں کا خون تیل اور پانی سے بھی سستا ہو گیا۔ پہلے سقوط کابل ہوا، اب سقوط بغداد۔ آہ! ایک طرف تو وہ مسلمان ہیں جو گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں بلکہ یہ پرانی مثال تو اب ان پر پوری نہیں اترتی، اب تو مسلمانوں کو بڑے بڑے بم پھینک کر پاؤڈر بنایا جا رہا ہے۔ ان کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ لیکن دوسری طرف جو مسلمان بچے ہوئے ہیں، وہ صرف تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ان کی اکثریت کو شاید اپنے مسلمان بھائیوں کی حالت پر ایک لمحے یا چند لمحوں کے لیے افسوس ہوا ہو اور پھر وہ

ویسے ہی اپنی زندگی کے معاملات اور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو گئے۔انہیں یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں کہ یہ سقوط بغداد آخر کیوں ہو گیا؟ ہمارے ساتھ یہ مسلسل المناک حالات کیوں پیش آرہے ہیں؟ وہ اپنی قیمتی مصروفیات اور تفریح کے اوقات میں سے اتنا ہی وقت نکال سکتے ہیں کہ امت کی حالت زار پر ایک دو لمحے افسوس کر لیں اور بس اس سے زیادہ مغرب کی دی ہوئی مشینی اور مادی زندگی نے ان کے پاس وقت چھوڑا ہی نہیں۔لیکن کئی ایسے بدبخت بھی تھے جنہیں ایک لمحے کے لیے بھی افسوس نہ ہوا۔ یہ بات میں اس لیے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسے لوگ اخبارات کے صفحات پر آن دی ریکارڈ اپنے وجود نامسعود کا پتہ دیتے رہے ہیں۔ میں ایسے ایک شخص کا نام تو کھل کر لینا چاہوں گا جو خود کو مسلمان کہلا کر بھی عراق پر امریکی حملے کی کھل کر حمایت کرتا رہا دنیا بھر کے کروڑوں ضمیر پسند غیر مسلم بھی عراق پر امریکی حملے کی مذمت کرتے رہے لیکن یہ غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ ''حسن نثار'' نامی اس دریدۂ دہن شخص نے جو ویسے تو غریبوں کو دال روٹی اور انصاف دلانے کا بڑا مدعی ہے اور اس مقصد کے لیے روزانہ ''جنگ'' کے صفحات کالے کرتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں پر جہاں بھی کافر کوئی بھی ظلم و زیادتی کریں، اسے یہ سب کچھ اپنے آقاؤں کی کرم گستری ہی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ عراق پر امریکی حملے کو اس نے عراقی عوام کے لیے غیبی امداد قرار دیا اور لکھا کہ امریکی حملے سے ہو سکتا ہے کہ ہزار لاکھ انسان مارے جائیں لیکن ان کی آئندہ نسلیں آمریت سے تو آزاد ہو جائیں گی۔ جب قوم

وملت میں ایسے بے ضمیر، بے حس، بے شعور اور بے بصیرت انسان موجود ہوں کہ جنہیں انسان لکھتے ہوئے بھی گھن آتی ہے، تو پھر اس قوم کا یقیناً اللہ ہی حافظ ہے۔ ان لوگوں کو سمجھ شاید اس وقت ہی آ سکتی ہے جب ایسے چند ہزار لاکھ انسانوں میں ان کے اپنے بہن بھائی، والدین اور بیوی بچے شامل ہوں، یہ ان کی چیخیں اور آہیں سنیں لیکن یہ وہاں بھی اپنے عزیزوں اور جگر کے ٹکڑوں کو یہ کہہ کر تسلی دیں کہ گھبرانا نہیں، بموں کی اس آگ میں تمہارے کچھ چیتھڑے تو اڑ جائیں گے، کچھ گوشت پاؤڈر بن کر خاک ہو جائے گا، تمہارا جسم زخموں سے کچھ بھر جائے گا تو کیا ہوا؟ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں تو اب سکون سے آزادی اور مسرت و شادمانی کے دن گزاریں گی۔ جب اپنے سر پر پڑے گی، پھر ایسا دل گردہ دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کی یہ ''آزادی'' اور یہ ''دال روٹی'' کس بھاؤ ملتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ انہیں یہ دن نہ دکھائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شقی القلب لوگوں کو یہ دن دیکھے بغیر سمجھ نہیں آنے والی۔ آج کل جس بھی چھوٹے بڑے ہوٹل میں جائیں، وہاں کیبل ٹی وی ضرور لگا ہوتا ہے۔ عراق پر بمباری کے دنوں میں جب ہم ایک ہوٹل میں کھانا کھانے گئے تو وہاں کیبل پر ورلڈ کپ کا میچ دیکھا جا رہا تھا۔ ہم نے ہوٹل والے سے کہا کہ بھائی اگر ٹی وی لگانا ہی ہے تو خبروں والا کوئی چینل لگا دو تا کہ ہمارے عراقی بھائیوں کی کچھ حالت زار کا پتہ تو چلے۔ کہنے لگے، وہاں کیا ملنا ہے؟ ایسے دل خراب کرنے والی بات ہے۔ یعنی آپ میچ دیکھیں۔ خوش کن اور دل لبھانے والے چینل دیکھیں اور عراق کی خبریں دیکھ کر اپنا

دل خراب نہ کریں، ہمیں زندگی کے مزے لینے دیں، مصیبت آئی ہے تو عراقیوں پر آئی ہے، ہمارے اوپر تو نہیں آئی۔ ہم کیوں اپنی عیاشیوں کے رنگ میں بھنگ ڈالیں۔ جب ہمارے احساسات اور فکر و شعور کا یہ عالم ہو تو پھر قومیں تباہیوں سے کس طرح بچ سکتی ہیں ۔

وائے ناکامی ! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

خود فریبی چھوڑیں، بغیر اصلاح کیے ہم اپنی باری کو ٹال نہیں سکتے:

ہمارے ہاں جو مسلمان کافروں کے ظلم و ستم سے بچے ہوئے ہیں، وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہمارے اندر کوئی ایسی قابلیت اور عقلمندی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جو مسلمان مارے جا رہے ہیں، یقیناً ان کا کوئی نہ کوئی قصور یا نااہلی تھی جس کی وجہ سے وہ بچ نہیں سکے...... حالانکہ باری سب کی باری باری آ رہی ہے۔ بوسنیا، کوسووا، چیچنیا، برما، فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، کتنی باریاں لگ چکیں لیکن ہماری آنکھیں پھر بھی نہ کھلیں۔ کبوتر کی طرح ہم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر سمجھتے ہیں کہ خطرے کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہیں۔ ویسے اپنی باری کی بار بار تردید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھٹی حس ہمیں بتا ضرور رہی ہے کہ ہماری گردن بھی کسی وقت دبوچی جا سکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حکمران کافروں کے آگے جھک کر ہمیں بچا لیں گے حالانکہ صدام سے

زیادہ کسی نے کیا جھکنا ہے۔اس نے امریکہ کی ہر شرط مان لی لیکن حملے سے پھر بھی نہ بچ سکا۔کافروں کا تو آج منشور ہی یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے وسائل کو ہر صورت تباہ کرو۔پھر تعمیر نو کے نام پر اس ملک کی دولت کو خوب لوٹو اور ان پر قبضے بھی کرو۔عراق کم تر خطرناک ہتھیاروں کے باوجود نہ بچا تو پاکستان کئی گنا زیادہ خطرناک ہتھیاروں اور ایٹمی میزائلوں کی موجودگی کے باوجود کیسے بچ سکتا ہے؟ لیکن ہم خود کو فریب میں ڈالے رکھنا اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمارا حال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس نے دیر یا بدیر ایک دن ضرور مرنا ہے۔اسے جب کہا جاتا ہے کہ بھائی موت کی تیاری کرلو، اپنے اعمال بہتر کرلو تاکہ کل اگلے جہان میں اصل اور پائیدار و مستقل زندگی بہتر اور پرسکون گزار سکو لیکن اس کے اعمال بتاتے ہیں کہ اسے اپنی موت کا یقین نہیں ہے۔اس کے سامنے روزانہ اس کے عزیز و اقارب، محلے دار، پڑوسی اور اس کے ہم شہر و ہم وطن مرتے ہیں لیکن اسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کی موت فلاں بیماری، فلاں بے احتیاطی یا فلاں حادثے کی وجہ سے ہوئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بڑا عقلمند ہوں، بڑی احتیاط سے زندگی گزارتا ہوں، انہیں تو زیادہ سمجھ ہی نہیں تھی کہ کس چیز سے بچنا چاہیے اور کس چیز سے نہیں بچنا چاہیے۔وہ اگر فلاں غلطی نہ کرتے تو شاید بچ جاتے۔ فلاں کام نہ کرتے ،فلاں پرہیز کرتے ، دوائی صحیح کھاتے یا گاڑی صحیح چلاتے تو ان کا یہ انجام نہ ہوتا۔ میں تو بڑا سوچ سمجھ کر اور تمام زمینی حقائق کو دیکھ کر چلنے والا ہوں ، اس لیے میری باری تو شاید نہ لگے، مجھے تو شاید موت ہی نہ آئے اور اگر آئی بھی تو کم از کم ابھی اس کا دور دور تک امکان نہیں۔

غرض ہم نے ہر معاملے میں خود فریبی کا انداز اپنایا ہوا ہے اور اسی خود فریبی کی خیالی جنت میں رہ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہر طرف سے محفوظ ہو گئے ہیں۔آج جو تباہی و بربادی ہمارے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے تو دور کی کوڑیاں لا کر ہم اس کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں، حالانکہ اس کے اسباب بھی ہمارے آس پاس ہی موجود ہیں...... دور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔فرمایا:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [الروم: ٤١]

"خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہو گیا ہے تو وہ لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب سے ہے۔ اس لیے کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل چکھا دے تاکہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔"

جی ہاں! یہ ہمارے اعمال اور یہ ہمارے کرتوت ہی ہیں جن کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔

صرف مسلمانوں پر عذاب کیوں؟:

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اللہ کی نافرمانیاں تو ہمارے دشمن کافر، یہودی، صلیبی اور ہندو وغیرہ کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر تو کوئی عذاب نہیں، سارے عذاب ہم پر ہی نازل ہو رہے ہیں ؟

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

تو اس کا جواب بھی ہمارے اپنے درمیان موجود ہے۔ کیا یہ انسانوں کی فطرت نہیں کہ وہ اپنے کھلے دشمن سے تو اتنی نفرت نہیں کرتا لیکن کوئی اس کا دوست بن کر اس سے غداری کر جائے تو سب سے زیادہ نفرت و عداوت کے جذبات اس غدار کے خلاف موجزن ہوتے ہیں...... سب سے پہلے انسان اسی سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے...... اگر کسی کی بیوی اس سے بے وفائی کر جائے، کھائے پیے اور پہنے شوہر کا، زوجہ وہ اس کی کہلائے لیکن پیار کسی اور کے ساتھ کرے، رنگ رلیاں کسی اور کے ساتھ منائے، شوہر کی محبت میں وہ شریک کسی اور کو کرے تو کیا ایسی بیوی کو کوئی شوہر برداشت کرے گا۔ جب ہماری آپس میں غیرت کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تو سب سے زیادہ غیرت والا ہے...... کیا ہم اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ سے اپنی محبت کے دعوے کیے...... خود کو موحد اور دوسروں کو مشرک کہا لیکن خود اسی جرم قبیح کے مرتکب ہوئے جس کا طعنہ دوسروں کو دیتے تھے...... کلمہ پڑھ کر بھی ایسے ایسے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں کہ کافروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ہمارا بہت بڑا جرم ...... شرک:

آج ہی ذرا ہم اپنے درباروں اور قبرستانوں کا حال جا کر دیکھیں...... وہاں کیا کیا شرک نہیں ہو رہا۔ جو سجدے بتوں کو کیے جاتے تھے، وہی سجدے قبروں کو کیے جا رہے ہیں...... جو طواف اللہ کے گھر کے لیے خاص تھا، وہ طواف ان قبروں کا کیا جاتا ہے جو

نذر و نیاز صرف اللہ کے لیے خاص تھی، وہ غیر اللہ کے نام کی دی جاتی ہے۔ پیروں، فقیروں، ولیوں اور بزرگوں کے نام کی دیگیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہماری غیرت وحمیت کا تو یہ حال رہا کہ کافر اپنے تمام تر لاؤ ولشکر کے ساتھ مسلمانوں کو نیست ونابود کر رہا تھا لیکن ہم اس کے خلاف احتجاج کے لیے اتنا بھی سڑکوں پر نہ نکلے جتنا ان درباروں کے عرسوں کے لیے نکلتے ہیں۔ کسی کو شک ہو تو دیکھ لے کہ صرف لاہور میں سید علی ہجویری المعروف داتا دربار کے عرس پر لاہوری ہر سال اس قدر نکلتے ہیں کہ سارا دن اور ساری رات پورے لاہور میں ٹریفک جام رہتی ہے۔ امریکہ کے خلاف ملین مارچوں کے لیے لوگوں کو دور دراز سے بسیں بھر کر لانا پڑتا ہے لیکن اس عرس کے لیے پورا لاہور امڈ پڑتا ہے...... لاہور کا کوئی کونہ اور کوئی محلّہ ایسا نہیں رہتا جہاں سے اس عرس کے لیے ہزاروں لاہوری دھمال ڈالتے اور رقص کرتے ہوئے شریک نہ ہوتے ہوں...... سوچیے کیا اولیاء سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے عرسوں پر جایا جائے ...... خوب بھنگڑے اور رگڑے لگائے جائیں۔ شرک اور فحاشی کے ریکارڈ توڑے جائیں۔

ویسے تو عید میلاد منانا بھی کرسمس کی نقل ہے...... اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا نہ بعد میں صدیوں تک کبھی یہ منائی گئی۔ بیس تیس سال پہلے ہی یہ شروع ہوئی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ عید بھی ہم انڈین گانوں پر فحش اور ڈسکو ڈانس کرکے مناتے ہیں یا پھر شرکیہ نعتیں پڑھتے ہیں۔ جب ہمارے اعمال کا یہ حال ہو، ہم اللہ کی سب سے بڑی بغاوت کے مرتکب ہوں، ایک ایسے جرم کو اعلانیہ کرتے ہوں جسے اللہ نے ناقابل

معافی جرم کہا ہو تو پھر مصیبتیں اور ذلتیں ہمارا مقدر کیوں نہ بنیں؟......سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾
[النساء : ٤٨]

’’بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔‘‘

ذرا ہم اپنے ماں باپ آدم و حوا علیہما السلام کی طرف نظر دوڑا کر دیکھیں ......ان سے ایک معمولی سا جرم سرزد ہوا کہ انہوں نے ایک ممنوعہ درخت کا پھل چکھ لیا۔ یہ جرم بھی ان سے محض غلط فہمی اور شیطان کے بہکاوے کے نتیجے میں ہوا لیکن اس معمولی جرم کی بھی انہیں یہ سزا ملی کہ ان کے کپڑے اتار دیے گئے اور انہیں جنت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اللہ نے انہیں بطور سزا زمین پر بھیج دیا کہ اب وہ اپنی دوبارہ اصلاح اور توبہ کے بعد ہی جنت میں داخل ہوسکیں گے۔ جب آدم و حوا علیہما السلام کو ایسے معمولی جرم کی اس قدر سزا ملی تو ہم نے تو کوئی جرم نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو۔

عراقی بھائیوں پر آتش و آہن اور بارود کی بارش ہو رہی تھی لیکن ہم پھر بھی بڑی بے باکی سے شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے رہے کہ بغداد سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شہر ہے۔ وہ غوث الاعظم ہیں یعنی معاذ اللہ سب انسانوں کی فریادیں سننے والے، سب سے بڑے ولی ہیں، وہ اپنے بغداد کو خود ہی بچالیں گے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ بغداد تو کیا بچنا تھا، خود شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا گنبد بھی بمباری سے تباہ ہو گیا۔ اس تباہ شدہ گنبد کی تصویر سارے اخبارات میں شائع ہو کر ہم نام کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئی کہ لوگو! کوئی زندہ یا مردہ مخلوق فریادیں سننے والی فریاد رس نہیں ہو سکتی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دربار کو نہیں بچا سکے، وہ دوسروں کے غوث یا فریاد رس کیسے ہو سکتے ہیں؟ داتا، مشکل کشا، دستگیر، فریاد رس اور غوث تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے:

﴿ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ ﴾

[النمل : ٦٢]

''کون ہے جو بے قرار و مجبور کا فریاد رس (غوث، داتا، مشکل کشا) ہے جب کہ وہ اسی (اللہ) کو پکارے اور وہی اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔''

شرک تو ایسا حساس اور بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ فرما دی کہ اگر آپ بھی شرک کریں گے تو اللہ آپ کے اعمال بھی ضائع کر دے گا۔ فرمایا:

﴿ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴾

[الزمر : ٦٥]

''اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔''

حالانکہ انبیاء سے شرک کا صدور ممکن نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو نبیوں کے سردار تھے لیکن اس طرح لوگوں پر واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ کو شرک کس قدر ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے لوگوں پر یہ بھی واضح کر دیا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴾ [یونس : ٤٩]

''(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو بتا دیجیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں۔''

لیکن یہاں نبیوں کو تو کیا، ولیوں کو بھی مشکل کشا، داتا، دستگیر اور غوث بنایا جا رہا ہے اور آج کل تو ولی بھی ایسے ہیں جو مادر زاد ننگ دھڑنگ اور نماز، روزہ اور طہارت سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں، ہم پھر بھی ان سے چمٹے ہوتے ہیں تو پھر اللہ کا غضب ہم پر کیوں نہ بھڑکے گا۔

امت کی نافرمانیوں کا خمیازہ اہل حق کو بھی اٹھانا پڑتا ہے:

بعض لوگوں کو یہ شبہ بھی ہے کہ طالبان تو صدام سے زیادہ اسلام سے مخلص اور توحید کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ نے انہیں بھی امریکہ کے مقابلے میں فتح و نصرت سے کیوں نہ نوازا۔ اس کا جواب ہمیں غزوۂ احد میں باآسانی مل سکتا ہے کہ وہاں تو خود ہادئ کائنات نبی آخر الزماں ﷺ کی ہستی موجود تھی لیکن اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہوئی کہ مسلمانوں کی فتح بھی عین آخری وقت پہ شکست میں بدل گئی۔ تو اس کی وجہ محض چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معمولی غلطی تھی اور یہ بھی محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ انہوں نے کسی جرم کو جانتے بوجھتے نہ کیا تھا۔ انہیں رسالت مآب ﷺ نے ایک ٹیلے پر کھڑا کیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، پرندے چاہے ہماری

بوٹیاں نوچ جائیں، یہ جگہ اور یہ مورچہ نہیں چھوڑنا...... مسلمانوں کو بالآخر فتح مل گئی اور وہ مال غنیمت حاصل کرنے لگے......ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ جنگ کا فیصلہ تو ہو گیا، نتیجہ بھی ہمارے حق میں آ گیا، کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ اب انہوں نے بھی مال غنیمت کے لیے جگہ چھوڑ دی ۔چند صحابہ کرام کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی نادانستہ خلاف ورزی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی...... کفار نے اسی ٹیلے سے دوبارہ حملہ کیا۔ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں سے میدان اٹ گیا...... ستر زخمی ہوئے......خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم کھانے پڑے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، سر پر شدید چوٹیں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے۔مسلمانوں کی طرف سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان نے یہ نعرہ بلند کر دیا کہ: ((أُعلُ هُبُلُ)) ''ہبل کی جے۔''

اس پر نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاموشی توڑنی پڑی کیونکہ کفار سمجھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت مسلمانوں کے تمام سرکردہ کمانڈر شہید ہو چکے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بتا دیا کہ یہ کافروں کی غلط فہمی ہے۔اسلام کو ختم نہیں کیا جا سکتا، یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔مسلمانوں کو وقتی شکستیں تو ہو سکتی ہیں لیکن آخری فتح ہمیشہ حق اور اسلام کی ہوگی۔

بہرحال اس غزوہ سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ چند افراد کی غلطی کا خمیازہ پوری امت کو اٹھانا پڑتا ہے جبکہ آج تو صورتحال الٹ ہے کہ بمشکل چند افراد نے حق

اور دعوت و جہاد کا پرچم تھاما ہوا ہے لیکن اکثر نے غلطیوں اور گمراہیوں کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی نادانستہ نافرمانی کی تو اس غلطی کے خمیازے سے خود نبی اکرم ﷺ کی معصوم عن الخطاء ذات بھی نہ بچ سکی تو آج امت کی اکثریت اللہ اور نبی ﷺ کے ارشادات سے بغاوت کی حد تک نافرمانیاں کر رہی ہے۔ ان عظیم غلطیوں کے خمیازے سے مجاہدین، طالبان یا حق کا کوئی چھوٹا سا گروہ کیسے بچ سکتا ہے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کو پہچاننے اور ان کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ورنہ مصیبتیں اور تکلیفیں ہم پر نازل ہوتی رہیں گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ علامات قیامت کے ضمن میں ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ میرے بعد مشرق و مغرب اور جزیرۂ عرب (تین جگہ) میں خسف ہوگا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں زمین میں دھنسایا جائے گا جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) جب اہل زمین خبائث میں بڑھ جائیں گے۔''

[مجمع الزوائد : ۱۱/۸]

دیگر احادیث کی روشنی میں یہ نیک لوگ خبیثوں کے ساتھ ہلاک تو ہو جائیں گے لیکن قیامت کے روز انہیں ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

[فتح الباری : ۱۱/۱]

علاوہ ازیں دوسری احادیث کے مطابق دھنسائے جانے والے عموماً وہ لوگ ہوں گے جو فسق و فجور، زنا اور ناچ گانے میں تمام حدیں توڑ دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ خبیث اکثریت کا وبال نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

آج ہم اپنی حالت دیکھیں، کون سی خباثت ہے جس کو ہم نے گلے نہیں لگایا ہوا۔ اپنے چہرے سے لے کر اپنے گھر، خاندان ملک اور معاشرہ تک ہر چیز کا حلیہ ہم نے ایسا بگاڑا ہوا ہے کہ کسی طرح سے بھی کوئی یہ شناخت نہیں کرسکتا کہ یہ کوئی مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ حجامت کرتے ہیں تو انگریزوں والی...... سنت رسول ﷺ سے ہمیں نفرت اور کراہت ہے۔ روزانہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے داڑھی کو اپنے چہرے سے صاف کر کے غلیظ نالیوں میں پھینکتے ہیں۔ ویسے ہم بڑے عاشق رسول ﷺ کہلاتے ہیں...... لباس ہمیں عیسائیوں والا پسند ہے۔ پینٹ شرٹ اور ٹائی کی صورت میں گلے میں صلیب لٹکا کر ہمیں فخر محسوس ہوتا ہے۔ گھر بڑے عالیشان چاہتے ہیں۔ فضول اور بے مصرف سجاوٹوں پر بے بہا پیسہ خرچ کرنا ہمارے سٹیٹس کا تقاضا ہے۔ نبی ﷺ نے تو آرائشی پردے لٹکانے سے بھی منع فرمایا لیکن ہم گھر کے ایک ایک کونے کو سجانے پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کفن کے لیے بھی اپنی پرانی چادروں کے استعمال کا حکم دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک نیا کپڑا تو زندوں کے کام آنا چاہیے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیوند لگے کپڑے استعمال کر لیتے تھے لیکن ہمارے لیے کپڑوں اور جوتوں کی بھرمار ہے۔ ہر موسم، ہر تقریب کے الگ الگ جوڑے ہیں بلکہ دن اور رات کے بھی الگ الگ لباس ہیں۔ پھر گھروں کو ٹی وی، کیبل، گانے بجانے اور فحاشی کے آلات سے بھرا ہوا ہے۔ پردے کا نام ونشان

نہیں۔یوں تو ہم غریب کہلاتے ہیں۔حکومت بھی ضرورت پڑنے پر غربت کا رونا روتی ہے لیکن عوام کو فوڈ سٹریٹس بنا کر بھی دیتی ہے تاکہ اس ’’غریب عوام‘‘ کو اپنی پونجی خرچ کرنے کا موقع مل سکے......اور ’’غربت‘‘ دور ہو سکے......ملکی نظام کا الگ ستیا ناس ہے۔ یا تو ایک فرد کا آمرانہ قانون چلتا ہے یا پھر پارلیمنٹ کی صورت میں اکثریت کا قانون چلتا ہے، انگریزوں کا نظام چلتا ہے، پارلیمنٹ کی بالادستی کی باتیں ہیں۔اللہ کے قانون کی کسی کو پروا نہیں۔

ہماری خباثت کی انتہا تو یہ ہوگئی کہ جن دنوں افغانستان اور عراق میں ہمارے لاکھوں مسلم بھائیوں کو بمباری سے مارا جا رہا تھا، نہ صرف ہمارے سرکاری میڈیا ریڈیو، ٹی وی پر راگ و رنگ کے پروگرام جاری رہے اور ہندوانہ بسنت کے جشن بھی منانے گئے بلکہ اس بے حسی کا عوام بھی شکار ہوئے اور وہ بھی دن رات فحش فلموں اور پروگراموں میں برابر مست رہے۔پھر فلمیں بھی ہمیں پاکستانی سے زیادہ انڈین پسند ہیں۔جس گھر میں، بس میں، ہوٹل میں جاؤ دیکھ لو ہر جگہ انڈین فلمیں ہی لگی ہیں۔اس کے نتیجے میں نئی نسل ہندوانہ عقائد اور رسوم کو اپنا رہی ہے۔ ہندو سے نفرت بھی کم ہو رہی ہے۔کرکٹ میچوں میں جو تھوڑا بہت بھارت سے تعصب ہے، وہ بھی بالآخر ختم ہوجائے گا۔ یہ ہوتا ہے فحاشی کی راہ پر چلنے کا نتیجہ۔حکمران بھی مکمل اس کی سرپرستی فرماتے ہیں۔بمباری کے دنوں میں بھی اس ملک کے حکمرانوں نے راگ و رنگ کے پروگراموں کا سلسلہ جاری رکھا۔فضائی حادثے میں فوج کے کچھ افسر مارے گئے تو

قومی سوگ منایا گیا۔ ریڈیو ٹی وی پر موسیقی بند رہی جبکہ لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر جشن منائے گئے۔ حکمران یہ تاثر دیتے تھے کہ وہ امریکی طاقت کی وجہ سے پالیسی بدلنے پر مجبور ہیں لیکن اگر یہ مجبور بھی تھے تو کیا مجبوروں کا یہ انداز ہوتا ہے کہ وہ اپنی تباہی پر جشن مناتے ہیں...... ان کی پیشانیوں پر سوگ وافسوس کی کوئی لکیر پھوٹنے کی بجائے مسرت وشادمانی کے نغمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ غرض حکمران اور عوام سب ہی بڑی بے باکی کے ساتھ اپنی خباثتوں میں مگن رہے...... عذاب قریب دیکھ کر بھی اللہ کا خوف ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا...... پھر کافر ہم پر مسلط کیوں نہ ہوں۔ حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ نے ایک خطبۂ جمعہ میں کیا ہی معنی خیز بات کی۔ انہوں نے کہا، کافر ہمیں مارتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم کہتے ہیں، نہیں ہم مسلمان نہیں، ہم بنیاد پرست نہیں...... ہم تو بڑے لبرل، روشن خیال اور سیکولر ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حالات میں سچ فرمایا تھا ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی کا عذاب:

ہمارا ایک اور بڑا جرم جس کی وجہ سے ہم عذاب الٰہی کا شکار ہیں، امر بالمعروف

ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی ہے...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلم اُمہ کا امتیاز ہی یہ بتایا:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے (اس لیے کہ) تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنكَرِ أَوْ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْكُمْ قَوْمًا ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ))

[مسند احمد:۵/ ۳۹۰ حدیث:۲۳۳۲۷]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اچھائیوں کا حکم اور برائیوں کی مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دوسری قوم مسلط کردے گا پھر گو تم دعائیں کرو لیکن قبول نہ ہوں گی۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ تو پچھلی امتیں بھی جب چھوڑتی تھیں تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا تھا جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے اہل پر الٹ دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس میں ایک تیرا بندہ ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اس کو اور تمام بستی والوں کو الٹ دے۔ میرے دین کے سبب کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا تھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ محض خود نیک اور پارسا بنے رہنا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو برائیوں سے بچانا اور نیکی کی طرف لانا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے......دوسری بات یہ کہ جب اللہ کا عذاب اپنے نافرمانوں پر آتا ہے تو ایسے نیک اور پارسا لوگ بھی بچ نہیں سکتے جو محض راہب اور صوفی بن کر اپنی کٹیا میں ہی گوشہ نشین رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل کسی کو صحیح بات بتائی جائے، شرک و بدعت اور فحاشی وغیرہ سے ہٹانے کی کوشش کی جائے تو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ چھوڑو یار، کسی سے کیوں الجھتے ہو جو جہاں لگا ہے، لگا رہنے دو۔

تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ایک ایسے ہی گروہ کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا جنہیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا لیکن وہ حیلہ کر کے ہفتے کے دن گڑھے کھود کر مچھلیاں جمع کر لیتے اور اتوار کو پکڑ لاتے۔ ان میں بعض نیک دل اور سچے مسلمان انہیں اس حیلہ جوئی سے منع کرتے جبکہ ایک اور گروہ وہ تھا جو مصلحت پسند اور ''زمینی حقائق'' کو

سمجھنے والا تھا۔ وہ دونوں فرقوں کا ساتھ دیتا تھا۔ خود تو شکار نہ کھیلتے تھے لیکن شکار کھیلنے والوں کو منع بھی نہ کرتے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ تم اس قوم کو کیوں وعظ و نصیحت کرتے ہو، تم اپنا فرض بھی ادا کر چکے، انہیں منع کر چکے، جب نہیں رکتے تو انہیں چھوڑو۔ یہ کشمکش جاری رہی اور بالآخر اللہ کا عذاب آیا تو اس کا شکار دونوں گروہ بنے یعنی شکار کرنے والے بھی اور شکار سے منع نہ کرنے والے بھی۔ دونوں ہی کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ ان کی شکلیں انسانوں جیسی اور باقی جسم بندروں جیسا تھا۔ تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی نسل نہیں ہوئی کیونکہ تین دن سے زیادہ کوئی مسخ شدہ قوم زندہ نہیں رہتی۔ انہی کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـئِيۡنَ ۝ فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَ مَا خَلۡفَهَا وَ مَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴾ [البقرہ: ٦٥-٦٦]

''یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ اسے ہم نے اگلے پچھلوں کے لیے عبرت کا سامان بنا دیا۔''

آپ ﷺ کی دعا کے سبب مسلمانوں پر کبھی ایسا عذاب تو نہیں آئے گا کہ ان کا نشان ہی مٹ جائے لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر فرائض چھوڑنے کی

وجہ سے چھوٹے عذاب آتے رہیں گے۔

ہمارے علماء اور خطباء عموماً اس فریضہ سے غافل ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا حالانکہ یہ جلسے دعوت و تبلیغ سے زیادہ مقررین کی ذاتی شہرت اور پارٹیوں کی نمود و نمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ضروری یہ ہے کہ ہم ہر ہر گھر اور ہر ہر فرد تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائیں۔سفر میں ہوں یا حضر میں،کوئی موقع دعوت سے خالی نہ جانے دیں۔

اصلاح و تطہیر مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دے گی:

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اشارات آنے کے بعد ضروری ہے کہ ہم اپنی مکمل اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

عالم اسلام کے جس جس گروہ اور جس جس ملک سے جو جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی جو جو نافرمانیاں ہوئی ہیں، ان سب کو فی الفور دور کیا جائے۔ ۱۹۲۴ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد کافر طاقتوں کی سازشوں سے خلافت اسلامیہ کی صورت میں مسلمانوں کی مرکزیت ختم کر دی گئی ...... اور عالم اسلام ۵۵ کے قریب ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔اب ہر مسلم ملک کے حکمران کا فرض تھا کہ وہ اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتا، اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی قانون نافذ کیا جاتا اور پھر آہستہ آہستہ سب مسلم ممالک کو ایک بار پھر خلافت کے پرچم تلے لایا جاتا جس کے ہوتے ہوئے کافر

استعماری ممالک کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کبھی راہ نہ ملتی تھی۔لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ترکی جو پہلے امت مسلمہ کا قائد تھا، نے دین اور مذہب کو مغرب کی پیروی میں فرد کا پرائیویٹ مسئلہ بنا کر حکومت و ریاست سے ہی باہر کر دیا۔ پاکستان نے برطانیہ کے عطا کیے ہوئے جمہوری نظام کو اسلام کا پیوند لگا کر اپنا آئیڈیل بنانے کی کوشش کی لیکن اس کے نتیجے میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا۔چنانچہ آج پاکستان ایک عرصے سے دوعملی کا شکار ہے۔شرعی عدالتیں بھی قائم ہیں اور انگریزی عدالتیں بھی چل رہی ہیں۔زکوٰۃ کا نظام بھی رائج ہے اور سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانیہ جنگ بھی جاری ہے۔اس دوعملی کا سب سے بڑا مظہر ہمارے میڈیا کے پروگرام ہیں۔ موسیقی اور شوبز کا گندے سے گندا غیر شرعی پروگرام بھی بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جاتا ہے اور فنکار بھی یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ انہیں اس گندے فیلڈ میں جو کچھ عزت ملی ہے وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہے (معاذ اللہ) پھر ہم نے کرپشن سے بھی کوئی شعبہ خالی نہ چھوڑا۔عربوں کو ہم طعنے دیتے تھے کہ وہ اپنی دولت سے عیاشیاں کرتے ہیں لیکن پاکستانیوں نے قرض کی دولت پر عیاشیوں کے ریکارڈ قائم کیے۔ جب ہم نے قیام پاکستان کے پہلے ۲۵ سال تک اپنی یہ روش نہ بدلی تو اللہ نے آدھا ملک بطور سزا ہم سے لے لیا لیکن افسوس! یہ روش اب بھی جاری ہے بلکہ پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم ایٹم بم بنا کر بھی غیر محفوظ ہیں اور اب بچے کھچے پاکستان کی باری کی فکر پڑ چکی ہے۔ یہ بات

ہمارے لیے باعث فکر ہونی چاہیے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم دین سے ہٹیں گے تو پھر بڑے سے بڑے وسائل ،جدید ترین ہتھیار اور بڑی سے بڑی معاشی ترقی بھی کام نہ آئے گی بلکہ یہی چیزیں ہمارے لیے وبال جان بن جائیں گی جیسا کہ آج تیل اور ایٹم بم کی حفاظت ہمارے لیے مسئلہ بن چکی ہے۔

عرب ممالک عرب ازم اور قومیت پرستی کا شکار

اب ہم عرب ملکوں کی طرف آتے ہیں۔ زیادہ تر عرب ملکوں نے عرب ازم اور قومیت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔ یقیناً بعض عرب حکمرانوں نے تیل کے وسائل کو اپنی ذات کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی برابر استعمال کیا،خصوصاً سعودی حکمرانوں نے اپنی عوام کو اس دولت میں پورا پورا شریک کیا ہے۔حرمین شریفین کی خدمت اور توسیع بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس پر انہوں نے جی کھول کر خزانہ خرچ کیا۔سعودی عرب عالم اسلام کی بھی اپنے خزانے سے بھرپور مدد کرتا رہتا ہے۔ پاکستان کو کئی بار تیل کی مفت فراہمی کی گئی جو اب بھی کئی سال سے جاری ہے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب نے حدود و تعزیرات کا بھی مکمل نفاذ کیا۔ وہاں مخلوط اداروں یا مخلوط تقریبات کی صورت میں غیر اسلامی مغربی ماحول کو قطعاً پنپنے نہیں دیا گیا......اتنا کچھ کرنے کے باوجود ان کی دو غلطیاں ان کی ان تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ پہلے نمبر پر اگر سعودی حکمران شورائیت پر مبنی اسلامی خلافت و امارت کے نظام کو ترویج دیتے تو آج اہل مغرب اور ملحد طبقے کو ان پر انگلیاں اٹھانے اور اپنا شیطانی جمہوری

نظام لانے کی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

عرب ممالک کی جہاد سے دوری:

دوسرے نمبر پر جہاد سے دوری ہے۔ اگر سعودی حکمران افغان جہاد کے بعد بھی جہاد کی سرپرستی جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ عزت اور رعب و عظمت عطا کرتا لیکن ان دو غلطیوں کی وجہ سے ان کا اقتدار بھی خطرے میں ہے۔

باقی عرب ملکوں میں تو خاندانی بادشاہت بھی قائم کی گئی اور نظام بھی غیر اسلامی، سیکولر یا اشتراکی نافذ کیے گئے۔ صدام سے بھی یہی غلطی ہوئی...... اس نے گزشتہ ۲۷ سال سے وہاں اپنی خاندانی آمریت قائم کی ہوئی تھی اور بعث پارٹی کی صورت میں ملک میں اشتراکی نظام بھی نافذ کیا ہوا تھا۔ اس نے آخر میں عراقی پرچم پر اللہ اکبر کے الفاظ کا اضافہ کر کے خود کو اسلام پسند باور کرانے کی بھی کوشش کی۔ ہمارے سیکولر حکمرانوں کی جب جان پر بنتی ہے اور ان کا اقتدار خطرے میں پڑتا ہے تو آخر میں انہیں اسلام یاد آجاتا ہے۔ ایوب خاں ساری عمر سیکولرازم کا داعی رہا لیکن جب بھارت نے ۱۹۶۵ء میں حملہ کر دیا تو پھر وہ کلمہ پڑھ کر بھارتی فوج پر جھپٹنے کی لوگوں کو ترغیب دینے لگا۔ بہرحال صدام کے معاملے میں بھی مسلم امہ نے حسن ظن رکھتے ہوئے اسے اپنی ہمدردی اور حمایت سے نوازا اور یہ اس کا فرض بھی تھا کیونکہ اگر مشرکین کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومی عیسائیوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے حق میں فتح کی دعائیں کر سکتے تھے تو پھر صدام کی عالمی کافر طاقتوں کے مقابلے

میں حمایت کیوں نہ کی جاتی...... لیکن ظاہر ہے ایک طرف اسلام کے حق میں صدام کے چند نمائشی اقدامات تھے، پھر پورے ملک میں اس نے اپنے مجسموں کی صورت میں شخصیت پرستی کے غیر اسلامی مظاہر قائم کیے ہوئے تھے، دوسری طرف مسلم امہ مجموعی طور پر غفلتوں اور گمراہیوں میں سر تا پا ڈوبی ہوئی تھی، ان حالات میں اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی تو وہ عارضی ہی ثابت ہوتی۔ پائیدار کامیابی کا امکان تو پہلے ہی کم تھا کیونکہ جب بنیادیں ہی اس قدر کمزور ہوں تو اس پر کوئی عمارت کھڑی ہو بھی جاتی تو وہ زیادہ دیر پھر بھی قائم نہ رہ سکتی۔

ان مسلم حکمرانوں نے کبھی ایک دوسرے کے مسائل کا احساس نہ کیا۔ فسلطین، کشمیر، برما، بوسنیا، چیچنیا کے باسیوں کو کفار کے آگے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ وہ بے چارے پتھروں اور غلیلوں کے ساتھ ٹینکوں اور میزائلوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ان پر اتنا احسان بھی نہ کر سکے کہ ان کے موقف کی مکمل حمایت ہی کر دیں۔ یہ زیادہ تر غیر جانبدار بنے رہے یا پھر کافروں اور دشمنوں کے موقف کی حمایت کرتے رہے۔ کشمیری، فلسطینی قربانیاں دیتے رہے، یہ اپنی کرسیاں اور اپنے اقتدار مضبوط کرنے اور عیاشیوں میں مست رہے اور چین کی بانسریاں بجاتے رہے۔ پھر یہ خود اب کیسے بچ سکتے ہیں؟ چنانچہ اب سب کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلم امہ اپنی ان تمام انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کی فوری اصلاح کرے۔

حالات یقیناً بڑے کٹھن اور افسوسناک ہیں۔ مسلمان مایوسی کی حدوں کو چھوڑ رہے

ہیں لیکن اللہ یہ آزمائشیں اور تکلیفیں اس لیے بھیجتا ہے کہ اس کے بندے سنبھل جائیں۔ ایک بار اس کی طرف سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے رجوع کرلیں تو اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت و نصرت کو دوبارہ منانا کوئی مشکل نہیں۔ اس کا تو اعلان ہے کہ اگر کوئی ایک قدم اس کی طرف بڑھائے تو وہ دس قدم اس کی طرف بڑھاتا ہے۔ اتحادیوں کو جو عارضی فتح ملی ہوئی ہے، اس کی دنیا بھر میں کوئی اخلاقی حیثیت نہیں۔ وہ بڑی کمزور بنیادوں پر کھڑے ہیں۔ ان کی غنڈہ گردی دنیا بھر میں بے نقاب ہو چکی ہے۔ وہ جیت کر بھی ہارے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً بری طرح شکست خوردہ اور ذلت خوردہ ہیں۔ اخلاقی طور پر دیوالیہ شخص کو کسی کے سامنے کھڑے رہنے کی جرأت نہیں ہوتی ......عراقی ہمیں پکارتے رہے، مدد کے لیے بلاتے رہے، انہوں نے تو اپنا فرض اور حق ادا کر دیا۔ اپنے ان کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا ہم پر فرض تھا کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ ﴾ [الانفال:۷۲]

''اور اگر وہ تم سے دین کے واسطے سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔''

یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام:

ہمارے یہ عراقی بھائی اب بھی بڑی جرأت کے ساتھ ان شیطانی فوجوں کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اب اپنی غلطیوں کی

تلافی کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن مدد کو پہنچیں۔ غزوۂ احد کے بعد مسلمانوں نے اپنی اصلاح کرلی تو پھر مسلسل فتوحات نے دوبارہ ان کے قدم چومے اور بالآخر پورے جزیرۃ العرب پر اسلام چھا گیا۔ ہم بھی اپنی مکمل اصلاح کر کے کھڑے ہو جائیں، کفار کے ساتھ دوستیاں لگانا چھوڑ دیں۔ یہ ساری تباہی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے ہمیں صدیوں پہلے بتادیا تھا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ﴾

[المائدہ : ۵۱]

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنانا۔''

لیکن ہم نے یہ قرآنی حکم نہ مانا اور آج ان کی ''دوستیاں'' سب کے سامنے ہیں۔

صدام نے ایک عیسائی طارق عزیز کو پہلے وزیر خارجہ اور پھر نائب وزیر اعظم بنائے رکھا۔ اب اسے ''گرفتار'' کرنے کی خبریں آئی ہیں لیکن حقیقتاً یہ گرفتاری نہیں بلکہ وہ اپنا بندہ بحفاظت لے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں خود اتحادیوں کا کہنا ہے کہ وہ صدام کا بہت قریبی اور بااعتماد رہا ہے اور اس سے بہت سے اہم راز ملیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ پہلے بھی راز دیتا رہا اور اب بھی دے گا۔ یہ سب تباہیاں ایسے ''بااعتماد'' مشیروں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ قرآنی حکم سچا کیسے نہ ثابت ہو۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے آخر وقت پر ویٹیکن سے رابطہ کیا تا کہ اسے عیسائی ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا آخری دورہ بھی ویٹیکن کا کیا تھا جو پوپ کا شہر ہے۔ (ڈان ۲۰۰۳-۴-۲۶)

اب برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کر دیا ہے کہ طارق عزیز امریکہ کے لیے جاسوسی کیا کرتے تھے۔ ریڈیو تہران کے مطابق سنڈے ٹیلی گراف نے لکھا ہے کہ طارق عزیز نے مارچ کے مہینے میں امریکی فوجیوں کو صدام حسین اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کی میٹنگ کے خفیہ مقام کا پتہ بتایا تھا۔

(خبریں ۲۰۰۳۔۴۔۲۷)

غیر مسلم سربراہوں سے تو ہماری دوستیاں ہیں ہی، پاکستان سمیت کئی اسلامی ملکوں میں ہم نے غیر مسلموں کو اہم عہدے اور وزارتیں دی ہوئی ہیں۔ یوں انہیں اپنے راز دے رہے ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم ان ''دوستیوں'' سے باز آ جائیں اور اس کی بجائے اپنی عوام اور فوجوں کو جہاد کے لیے تیار کریں...... ہمارے بجٹ کا سب سے زیادہ حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے لیکن کیا قوم انہیں اتنا پیسہ اپنے اللوں تللوں پر ضائع کرنے کے لیے دیتی ہے۔ کیا مسلم ممالک کے یہ فوجی افسر کچھ کیے بغیر اپنے سینوں پر تمغے اور میڈل سجانے کے لیے ہیں۔ جب ان جرنیلوں نے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت ہی نہیں کرنی اور جب وقت پڑے تو پھر دشمن سے زمینی حقائق کے نام پر سودے بازی کر کے اپنی عیاشیوں اور آرام طلبیوں کو تحفظ دے دینا ہے تو ان پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کا قوم کو کیا فائدہ؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے فوج کے ادارے کو ملک و ملت کے تحفظ کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے بھی اپنے شاندار مستقبل اور کیریئر کا ادارہ بنایا ہوا

ہے۔

آج امریکہ کا تو بہانہ ہے کہ وہ بہت بڑی طاقت ہے، اس سے ٹکرانا ''آ! بیل مجھے مار'' یا بیل سے خود جا کر ٹکرانے والی بات ہے۔لیکن ۱۷ء میں کیا ہوا تھا۔ بھارت جیسی تقریباً برابر کی طاقت کے آگے ہمارے جرنیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نوے ہزار فوجیوں کی صورت میں اتنی بڑی فوج کو بھارت کے حوالے کیا جس کی تاریخ اسلام میں مثال نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے فوج کو ایک جہادی ادارہ نہیں بلکہ دنیاوی ترقی اور عیش طلبی کا ادارہ بنالیا۔ دنیا سے محبت کے نتیجے میں موت سے کراہت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے جسے پھر ہم زمینی حقائق کی صورت میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ہمارے یہ جرنیل بہت بہادر بنتے ہیں۔لیکن ان کی یہ ساری بہادری اپنی غریب اسلام پسند عوام پر چلتی ہے۔ کافروں کے آگے یہ بڑے مصلحت پسند، امن پسند، صلح جو بلکہ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔

آج بھی یہ فوجی حلقے کہتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو پاکستان دس پندرہ دن سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکے گا۔

آہ! ان سے زیادہ تو عراقی عوام بہادر نکلی۔ صدام کی فوج تو جنگ لڑنے کے لیے زیادہ باہر نکلی ہی نہیں ، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ صرف نہتے عراقی عوام ہی تھے کہ جنہوں نے اکیس دن تک شیطانی فوجوں کا راستہ روکے رکھا۔ کاش ان کے ساتھ ایک دوملکوں کی فوجیں بھی شامل ہو جاتیں تو آج حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا...... پھر امریکہ کو

دوبارہ کسی مسلم ملک پر حملہ کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن ظاہر ہے ہماری فوجیں اسی وقت ہی لڑسکتی ہیں جب ہم انہیں ایک سیکولر ادارہ بنانے کی بجائے دین اور ملت کے لیے جان نچھاور کرنے والا ادارہ بنائیں......اگر ہمارے پاس کم طاقت اور کم ٹیکنالوجی کا بہانہ ہے تو پھر اس کی کمی جہادی جذبے سے دور کی جاسکتی ہے۔ دین سے محبت، جنت کی طلب اور شہادت کی چاہت کا جذبہ ہی فوجوں کو لڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر کسی فوج سے یہ روح بھی نکال دی جائے تو وہ ایک دن بھی جم کر نہیں لڑسکتی۔ ۷۱ء کی پاک بھارت جنگ، ٦۷ء کی عرب اسرائیل جنگ اور اب امریکہ عراق جنگ میں ہماری فوجوں کا حال سب کے سامنے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی و جہادی جذبہ اگر نہ ہو، صرف طاقت اور ٹیکنالوجی میں ہم کافروں سے بالاتر ہو بھی جائیں، تب بھی مسلم فوجیں فتح یاب نہیں ہوسکتیں۔ غزوۂ حنین اس کی مثال ہے کہ مسلمان بارہ ہزار ہو کر بھی چار ہزار کافر فوج سے وقتی طور پر شکست کھا گئے کیونکہ مسلمانوں نے تعداد اور قوت پر گھمنڈ کیا تھا، حالانکہ اس سے پہلے غزوۂ بدر اور دوسرے معرکوں میں بہت کم تعداد اور کم اسلحے کے ساتھ فتح یاب ہوتے رہے۔

وقت کی اہم ترین ضرورت:

اس لیے آج اگر ہم اپنی بقا چاہتے ہیں تو پھر فوج اور عوام دونوں میں جہادی جذبے کی روح پھونکیں......اس پھونک سے کافروں کے بڑے بڑے دیئے (ان شاء اللہ) بجھ جائیں گے۔ لیکن ہم تو ملک وملت کے لیے جان دینے والے مجاہدوں کو خود

ہی دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہ ترک جہاد ہی دراصل آج ہمارے اوپر عذاب الٰہی کی وجہ ہے۔ ذرا قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ اَ رَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ۝ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا وَّ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴾ [التوبہ : ۳۸۔۳۹]

’’اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے، تمہیں اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو؟ جان رکھو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت میں بہت کم ثابت ہوگا۔ اگر تم (جہاد) کے لیے نہ اٹھے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی غیر قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

سنبھل او نامرادی سے کھیلنے والے!

اس لیے آیئے! اللہ کی یہ نافرمانیاں چھوڑ دیں۔ فوج اور عوام دونوں جہاد کے لیے کمربستہ ہوں اور جہاد کو صرف غیر عسکری قسم کے جہاد تک محدود نہ کریں کیونکہ قرآن و

حدیث میں جہاں بھی جہاد کی بات آئی ہے، اس سے مراد عموماً عسکری جہاد ہی ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے گھر اور معاشرے کی بھی مکمل اصلاح کریں۔ انہیں شرک و بدعات اور مغربی تہذیب کے اثرات سے پاک صاف کریں، جھوٹ، چوری، غیبت، کرپشن، قتل، زنا، رشوت، لوٹ مار چھوڑ دیں۔ خود کو عیاشیوں اور فحاشیوں کا خوگر بنانا بند کریں ......لباس ،حجامت، چہرہ اسلامی بنائیں ، پردے کا پورا اہتمام کریں۔حلال و حرام کی تمیز کریں۔ منافقتیں ختم کریں۔ تعیّشات چھوڑ دیں۔ بڑی بڑی کوٹھیاں، بلڈنگیں، محلات یہ سب عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہیں۔ ہم اپنی دولت کا بڑا حصہ گھروں کی تعیّشات ،غیر ضروری سجاوٹوں، آرائشوں اور پرتعیش تقریبات پر ضائع کرتے ہیں۔ جس کے پاس جتنی دولت ہے، اللہ کی امانت ہے۔ اس میں غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔اسے ہم دعوت و جہاد کے کام کو مضبوط کرنے میں خرچ کریں تو اللہ ہمارے وسائل میں اس سے زیادہ اضافہ فرمائے گا۔ ورنہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب سے پہلے یہی بڑی کوٹھیاں اور محلات ہی نشانہ بنتے ہیں اور پھر آخر میں کھنڈر بن کر درس عبرت دے رہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

مولانا محمد یوسف طیبی

اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کی ابتداء سے ہی اولیاء الشیطان اور اولیاء الرحمٰن کا مقابلہ جاری ہے۔ ابلیس اپنے لشکروں کی مدد کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے مجاہدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ نصرتِ الٰہی صرف وعدوں کی حدتک نہیں ہے بلکہ آسمان کی آنکھ ایسے بے شمار مناظر دیکھ چکی کہ اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت اور محیّر العقول حدتک اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہے پھر وہ جہاں چاہتا ہے وہاں مدد کرتا ہے اور وہ نہایت غیور ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادر مطلق ہے، اس کی قوت کا کوئی حساب نہیں ہے۔

قوت الٰہی:

کسی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پھر ظاہر اور چھپی ہوئی ہر چیز کو جانتا

ہے۔

﴿ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ﴾
[الانعام: ٥٩]

”ہر گرنے والے پتے کی اس کو خبر ہے اور زمین کے اندر دانے اور ہر تر و خشک چیز کا علم اللہ کی کتاب مبین میں موجود ہے۔“

اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، ہر اوٹ اس کے لیے عیاں ہے، ہر راز اس کے لیے بیاں ہے۔

ان معلومات کے بعد کسی دشمن کے مقابلے کے لیے عُدّ ۃ و اعداد (تیاری) کی ضرورت ہوتی ہے۔ افرادی قوت اور ان کی تیاری چاہیے ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا وصف یہ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ [الفتح : ٧]

”زمین و آسمان کے سب لشکر اسی کے ہیں۔“

ہوائیں، آوازیں، بارش، دھند لکے، برف، پانی، چڑیاں، غرض ہر چیز اس کا لشکر ہے، جس سے چاہے کام لے لے اور پھر فرشتوں کی بہتات کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنۡ تَئِطَّ مَا فِيۡهَا مَوۡضِعُ اَرۡبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبۡهَتَهُ لِلّٰهِ سَاجِدًا))

[جامع ترمذی ، کتاب الزھد ، باب ما جاء فی قول النبی ﷺ :٢٣١٢،
ابن ماجه ، کتاب الزھد ، باب الحزن و البکاء : ٤١٩٠]

''آسمان چیختا ہے اور اس کے لیے حق ہے کہ وہ چڑ چڑاہٹ کرے کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں فرشتے اپنی پیشانی اللہ کے لیے سجدہ میں رکھے ہوئے نہ ہوں۔''

اور پھر ان کی طاقت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى ـ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴾ [النجم : ٥ـ٦]

''آپ ﷺ کو پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔''

مزید سورۂ ھود میں اللہ نے فرشتوں کی طاقت کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ [ھود:٨٢]

''جب لوط علیہ السلام کی قوم پر ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹ پلٹ کیا اور ان پر نوکیلے پتھروں کا تہ بہ تہ مینہ برسایا۔''

اور اس سب پر مستزاد یہ کہ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے:

﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾

[التحریم : ٦]

''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو ان کو حکم

دیا جاتا ہے اسے وہ کر گزرتے ہیں۔“

قوم عاد نے کہا تھا کہ ﴿ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ ”ہم سے بڑی سپر پاور کون سی ہے؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَ وَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾

[فصلت : ١٥]

”ان کو نظر نہیں آتا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا کے لشکر کو بھیجا جس نے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔

((وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ Y مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ)) [الذاریات : ٤٢]

”اور عاد کی (قوم کے حال) میں بھی (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی۔ وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔“

پھر بھی حیرت ہے کہ ناچیز بندہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس کے سامنے تکبر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کاش! ظالم غور کریں کہ جب وہ عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ:

﴿ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴾ [البقرة :١٦٥]

''طاقت تو ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اللہ کے وعدے:

کمال علم و قدرت رکھنے کے باوجود اللہ اپنے بندوں کو مدد کی یقین دہانی کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ ﴾ [غافر: ۵۱]

''ہم ضرور اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور مومنوں کی بھی دنیا میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَ إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۷۳]

''ہمارا رسولوں سے پرانا وعدہ ہے کہ وہی مدد کیے ہوئے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔''

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الروم: ۴۷]

''مومنوں کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔''

مظاہر نصرت الٰہی:

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا:

﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ۱۱۱]

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ میں وفادار کون ہوسکتا ہے؟“

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی مدد کی۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی۔ بدر و حنین وغیرہ میں فرشتے نازل فرمائے، بلکہ خود بھی حصہ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ ﴾ [الانفال:۱۲]

”اے محمد ﷺ یاد فرمائیں جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کررہا تھا کہ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔“

پس تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا پھر تم ان کی گردنوں پر مارنا اور ان کے ہر جوڑ پر مارنا۔

جب طائف میں نبی ﷺ پر ظلم کیا گیا، طعن و تشنیع کے ساتھ ساتھ پتھر مارے گئے۔ جسم اطہر سے خون رس رس کر جوتوں میں جم گیا تھا۔ اس حالت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یا اللہ! انہیں ہدایت عطا کر یہ مجھے نہیں جانتے۔“

اور آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا، ان لوگوں کو دل سے معاف کر دیا، اس عفو کا نتیجہ بڑا دور رس برآمد ہوا۔ اسی طائف سے بڑے بڑے مسلمان جرنیل اٹھے۔ جنہوں نے سلطنت اسلامیہ کی حدود میں بہت اضافہ کیا۔ محمد بن قاسم قیام پاکستان کی راہیں ہموار کر گئے، اس کے پیچھے پیارے نبی ﷺ کا جذبۂ رحم و عفو پوشیدہ ہے۔ (یاد رہے کہ محمد بن قاسم کا تعلق طائف کے قبیلے بنو ثقیف سے تھا)

اللہ کے بندے سے سلوک:

عمومی طور پر اللہ اپنے بندہ پر رحیم و کریم ہے، شفیق ہے۔ ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا پھر مل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے۔'' کہا گیا ''نہیں'' تب آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَرۡحَمُ مِنۡ هَذِهِ بِوَلَدِهَا))

''اللہ اس عورت سے بھی زیادہ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔''

لیکن چونکہ یہ دنیا دار کا امتحان ہے لہٰذا یہاں پر اللہ تعالیٰ بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہے، جیسا کہ وہ کرتا ہے۔ تاہم اگر بندہ اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بہتر سلوک کرتا ہے۔ چند مثالیں عرض خدمت ہیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ ﴾

''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔''

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾
[طٰہٰ: ۱۲٦]

''اس طرح تیرے پاس ہماری آیات آتی رہیں اور تم نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح (روز قیامت) آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔''

تو ثابت ہوا کہ جو آدمی رب ذوالجلال سے روگردانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔

دوسری طرف اگر بندہ اللہ کو الگ بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو اللہ بھی بندے کو الگ سے یاد کرتا ہے اور اگر بندہ اپنے رب کا ذکر لوگوں کو جمع کر کے کرتا ہے تو اللہ بھی پاک فرشتوں کو جمع کر کے اس کے تذکرے کرتا ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں تو یوں فرمایا ہے کہ:

((اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَا اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً))

[صحيح بخارى ،كتاب التوحيد ، باب قول الله تعالىٰ ويحذركم الله : ۷٤۰۵ و صحيح مسلم كتاب الذكر و الدعاء ، باب الحث على ذكرالله......: ۲٦۷۵]

''میں اپنے بندے کے گمان کے بھی قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا

ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر لوگوں کی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر بندہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں ایک قدم اس کی طرف آتا ہوں اور اگر ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف بھاگتا چلا آتا ہوں۔''

اگر بندہ اپنے رب یا مومنوں سے نعوذ باللہ مذاق کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا اسی انداز سے جواب دیتا ہے:

﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْآ اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾
[البقرہ: ۱۴۔۱۵]

''اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور (پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے) تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے۔''

﴿ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ﴾
[البقرہ: ۹]

''وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حقیقت میں تو وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اور وہ اس کی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ [النساء: ١٤٢]

''وہ اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ ان سے دھوکا کرنے والا ہے۔''

لیکن اس کے مقابلہ میں اگر بندہ اپنے رب کے دین کی حفاظت کرے تو اللہ بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

((يَاغُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ إحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اِمَامَكَ تَعَرَّفْ إلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ......))

[مسند احمد : ١/ ٣٠٧]

''اے بچے! تم اللہ کی حفاظت کرو...... اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور اللہ کی حفاظت کرو تم (مصیبتوں میں) اس کو سامنے پاؤ گے۔ بھلے دنوں میں اللہ کو پہچانو، اللہ مصائب میں تمہیں پہچانے گا۔''

اس طرح اللہ کی مدد کی جائے تو اللہ اس کا جواب بہت بڑی مدد کے ساتھ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ إنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾

[سورة محمد: ٧]

''اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔''

نصرت الٰہی کے اسباب و شروط:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کی مدد تبھی آتی ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کی جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ إِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ﴾ [آل عمران : ١٦٠]

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو بتلاؤ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟''

ذیل میں ہم اللہ کی مدد کے کچھ اسباب و شروط ذکر کرتے ہیں۔

① اللہ کے دین کی مدد:

سابقہ نصوص سے ثابت ہو چکا کہ اللہ کے دین کی مدد کرنے سے اللہ بندوں کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ کے دین کی نصرت کی بجائے اپنی ترجیحات قوم، ملک، وطن کو بنالیا جائے تو اللہ کی مدد رک جاتی ہے۔کافر مسلمان کو نہتا کر کے مارتے ہیں۔اگرچہ وہ وطن و ملک اسلامی ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی سرزمین کی اہمیت اس پر نافذ ہونے والے اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔جس قدر اللہ تعالیٰ کا قانون لاگو کیا جائے گا اسی

قدر وہ خطۂ زمین اللہ کو محبوب تر ہوتا جائے گا۔

④ ایمان باللہ:

اللہ کی مدد کے نزول کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ بندہ میں ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَاتَهِنُوا وَلَاتَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

[آل عمران : ۱۳۹]

”کمزور نہ بنو اور نہ ہی غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

ایمان سے مراد عقائد کی درستی بھی ہے اور ایمان کی محبت بھی۔ یہ محبت ہی ہے جو ایماندار کو گھر سے نکال باہر کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

((تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ، وَ اِيْمَاناً بِيْ، وَ تَصْدِيْقاً بِرُسُلِيْ فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ))

[صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الجهاد و الخروج :۱۸۷۶]

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے، اس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہی باہر نکالتی ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔“

تو وہ ایمان جو نصرت الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے وہ بندے کو گھر سے نکلنے پر مجبور

بھی کر دیتا ہے اور وہ مال و جان، اولاد، کاروبار قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ یہی وہ ایمان ہے کہ جس کے رشتہ کی وجہ سے وہ سمندر پار بہن، بیٹی کو اپنی بیٹی تصور کرتے ہوئے ان کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے اور طاغوت کی کھینچی ہوئی لکیروں اور حدود و قیود میں مقید نہیں ہوتا۔ اس طرح کے ایمان والوں کو غلبہ ملا کرتا ہے اور ایسے وفادار کو اللہ بے یارومددگار نہیں چھوڑا کرتا۔

③ قتال فی سبیل اللہ:

قتال فی سبیل اللہ، اللہ کی مدد کو کھینچ لانے کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بدر کے میدان میں اپنی جمع پونجی ۳۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر قتال کرنے کے لیے میدان میں اترے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں، اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار دشمن کے مقابلہ کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر روانہ فرمایا اور خود بھی حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ١٤]

”ان کے ساتھ قتال کرو۔ (اس کے چار فوائد ہوں گے) اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، ان کو ذلیل کرے گا، تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینہ کو شفا دے گا۔“

یہ سب فوائد قتال کے ہیں لیکن اگر طاقت کے باوجود قتال سے روگردانی کی

جائے بلکہ قتال و مجاہدین کی مخالفت یا حوصلہ شکنی کی جائے اور دعائیں یہ ہوں کہ اے اللہ! دشمن کی توپوں میں کیڑے ڈال دے تو اس طرح اللہ کی مدد نہیں آتی بلکہ اللہ کی مدد و رحمت تو اس وقت جوش میں آتی ہے جب نہتے تین سو تیرہ میدان سجائے کھڑے ہوں اور دعا یہ ہو:

''اے اللہ! اگر یہ جماعت قتل ہوگئی تو تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے گی۔''

④ امتحان پاس کرنا:

اللہ کی مدد ایک انعام ہے، جو امتحان کے بعد پاس ہونے والوں کو ملتا ہے اور یہ اللہ کی سنت و فطرت ہے۔قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد مدد نازل کرتا ہے اور جتنا ایمان مضبوط ہو، اتنا ہی امتحان کڑا ہوتا ہے اور اس پر صبر و استقامت دکھانے والوں کو اتنی ہی بڑی مدد ملتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ النَّصرَ مَعَ الصَّبرِ وَ إِنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكُرْبِ))

[مسنداحمد: ۳۰۷/۱]

''مدد صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور کشادگی مصائب کے بعد ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴾

[محمد : ۳۱]

''ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ تم میں مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو پہچان لیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكُمْ مُصِيبُونَ وَ مَنْصُورُونَ وَمَفْتُوحٌ لَكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ)) [مسند احمد : ۳۸۹/۱]

''اے عبداللہ بن مسعود! تم پر مصائب آئیں گے، پھر تمہاری مدد کی جائے گی پھر فتوحات ملیں گی۔جس پر وہ دن آجائیں ، اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔''

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نے مکہ کے کافروں کے ظلم کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے شکایت کی ۔آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے، آپ ہمارے لیے دعائیں کیوں نہیں فرماتے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم سے پہلے مسلمانوں کو لایا جاتا۔گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا پھر آری کے ساتھ چیر پھاڑ دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی کے ساتھ گوشت اور ہڈیاں الگ کردی جاتیں۔اس کے باوجود وہ دین پر قائم رہتا۔''

((وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ

تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ››

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث:۳۶۱۲]

''اللہ کی قسم ہے! اللہ اس معاملہ کو پورا کر کے چھوڑے گا۔ حتیٰ کہ مسافر صنعاء (یمن) سے حضر موت تک چلے گا، اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور نہ ہی بھیڑیے کا خوف بکریوں پر لیکن تم جلد باز ہو۔''

رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴾ [البقرہ : ۲۱۴]

''کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ایسے ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس سابقہ مسلمانوں کی مثالیں نہیں آئیں۔ ان کو مصیبتیں، بلائیں پہنچیں اور ہلا کر رکھ دیا گیا، حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ مومن یہ پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔''

دوسری آیت مبارکہ میں ہے۔

﴿ وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَ اُوۡذُوۡا حَتّٰىۤ اَتٰهُمۡ نَصۡرُنَا ﴾ [الانعام : ۳۴/۶]

”البتہ آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا اور انہوں نے صبر کیا اس بات پہ کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے حتیٰ کہ ہماری مدد آ گئی۔“

﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ﴾ [الانعام: ٣٤]

”اللہ کی لکھت نہیں بدلتی۔“

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ اللہ کی سنت وفطرت ہے جو بدلتی نہیں کہ اللہ کی مدد آزمائشوں کے بعد ہی آتی ہے۔لہٰذا! اللہ کی راہ میں مصائب دیکھ کر گھبرانے کی بجائے خوش ہونا چاہیے کہ اللہ کی مدد کے آثار نظر آ گئے اور یہ اللہ کی بندے سے محبت کی نشانی ہے۔حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُصِبْ مِنْهُ))

[صحیح البخاری ، کتاب المرض، باب ما جاء فی کفارة المرض، حدیث:٥٦٤٥]

”اللہ جس سے خیر چاہتا ہے اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔“

ان حالات میں پریشان وہ ہوتے ہیں، جو جلد باز ہوں۔

⑤ ضعفاء وفقراء کی مدد کرنا:

نصرت الٰہی کا ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ اپنے اندر موجود کمزور لوگوں ایتام، بیوگان، فقراء، مساکین کا خیال رکھا جائے۔ان کی کفالت کی جائے، مسافرین، طالبانِ علم اور محتاج لوگوں کا خیال رکھا جائے، تو اس سے اللہ کی مدد بھی آتی ہے اور رزق میں بھی

اضافہ ہوتا ہے۔حدیث نبوی ہے:

((إِنَّكُمْ تُنصَرُونَ وَ تُرْزَقُونَ بِضُعَفَاءِ كُمْ))

[صحيح البخاری ، كتاب الجهاد ، باب :٧٦]

''تم صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیے جاتے ہو اور مدد کیے جاتے ہو۔''

اگر کوئی مہمان یا غریب طالب علم یا مجاہد کھانا گھر سے کھا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میرا نقصان ہوگیا بلکہ وہ کھانا اسی کا تھا۔تبھی تو وہ کھا گیا ،میرا ہوتا تو نہ کھاتا۔ صرف اللہ نے میری تنخواہ میں اس کا کھانا ڈال دیا تاکہ مجھے آزمائے۔

نصرت الٰہی اور جہاد افغان:

آج یہ سوال پیدا ہورہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کتنے ہی مخلص لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں غلبۂ دین اور مظلومین کے لیے کام کررہے ہیں اور یہ کہ مسلمان جگہ جگہ پٹ رہے ہیں۔اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی ؟اس کا جواب دو حصوں میں ہے۔

۱۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ اللہ کی مدد نہیں آتی ہے بلکہ بہت آتی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ بدر و حنین جیسی مدد نہ آنے کے کئی اسباب ہیں ان کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

افغانستان میں اللہ کی بہت مدد آئی۔آج یورپ کے عوام اسلام کو بہت پڑھ رہے ہیں۔وہ کون سا نظریۂ حیات ہے جو نہتے لوگوں کو امریکہ جیسے بھیڑیے کے مقابلہ میں

کھڑے ہونے کی جرأت عطا کرتا ہے۔مگر مسلمانوں کا عالم کفر والحاد کے اتحاد کے خلاف کھڑے ہونا، چار ماہ سے زائد کلسٹر، ڈیزی کٹر، نیپام اور کروز بموں، میزائلوں کی بارش تلے جمے رہنا اللہ کی مدد کے بغیر کیسے ممکن تھا؟ خود عالم کفر حیران تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر اس کے بعد ڈالروں کی بوچھاڑ ہوئی جس سے مجاہدین کو محفوظ ٹھکانوں میں سمٹ جانا پڑا۔

آج محتاط ترین اندازے کے مطابق اتحادی غنڈوں کے مُرداروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ساڑھے چار ہزار اور چھ ہزار کا عدد بھی گھوم رہا ہے۔جبکہ مجاہدین شہداء کی تعداد اس سے کم ہے، اگرچہ عوام مسلمانوں کی شہادتیں بہت ہوئیں۔نتائج کے اعتبار سے دیکھ لیں عالم کفر کا اتحاد ابھی تک اپنے اہداف پورے نہیں کر سکا اور روس و چین خاموش تماشائی نہ جانے وہ کس مناسب موقع کی تلاش میں ہیں۔ اتحادیوں پر جوابی حملے شروع ہو چکے ہیں۔جہاز و ہیلی کاپٹر گر رہے ہیں لیکن ''فنی خرابی'' کی نذر کر دیے جاتے ہیں لیکن یہ خرابی اتنی لمبی نہیں کی جا سکتی جتنا لمبا پروگرام مجاہدین بنا رہے ہیں۔حالیہ جہاد میں مٹھی بھر نہتے جانبازوں کے خلاف دنیا کے بڑے بڑے ''جگّے'' اکیلے نہیں لڑ سکے بلکہ جنگ شروع کرنے سے پہلے کتنا ٹائم اتحاد بنانے پر لگا۔برسوں پہلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ ﴾

[صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب، حدیث :۳۳۵]

''ایک مہینہ کی مسافت سے بھی میرا رعب دشمن پر جاتا ہے۔''

یہ بھی اللہ کی مدد ہے۔ آج ظالم اتحادیوں پر مجاہدین کا اتنا رعب ہے کہ ملکوں کے ملک لڑتے ہیں اور چند مجاہدین کو قید کر کے لے جانے کے لیے ان کو زنجیر پہنانے، کان و آنکھیں بند کرنے کے باوجود، دو، دو فوجیوں کے پہرہ کے باوجود ان کو نیم بیہوش کر کے منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ رعب بھی اللہ کی مدد کی ایک شکل ہے۔ دشمن پر رعب کا یہ عالم ہے کہ عرب ممالک سے اپنی فوجیں نکالنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ نہ تو مجاہدین کا نیٹ ورک ختم ہوا ہے بلکہ چند سو شہداء کے علاوہ تمام عرب مجاہدین امریکہ کی نفرت سے جلتے ہوئے سینے لے کر واپس وطن پہنچ چکے ہیں، جن کے خطرے سے اب فوجیں واپس لے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

عیدالفطر کے بعد بی بی سی کی عربی سروس میں ایک امریکی کمانڈر کا بیان نشر کیا گیا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں دو مختلف واقعات میں ایک مجاہد اور ایک اونٹ نظر آیا۔ میں نے لیزر گن کے ساتھ اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان پر فائر کیا، ان کو ہم نے گرتے ہوئے بھی دیکھا مگر ڈھونڈنے پر بھی کہیں ان کی نعش نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ جنگ و جدال میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے، جب روسیوں کے خلاف جہاد ہوا تو ابتدائی سال ایسے ہی تھے۔ مجاہدین نہتے تھے، کلہاڑوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، اور جب ان کی آزمائش وابتلاء کا کورس پورا ہوا تو اللہ کی مدد کے دروازے کھل گئے۔ پھر آسمان نے دیکھا کہ ان مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے روس کی پانچ لاکھ آرمی کو

شکست وریخت سے دوچار کیا، حالانکہ مقابلہ میں ایک طیارہ بھی نہیں اڑایا گیا۔ اس حساب سے ابھی ابتداء کا دور چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تسلیاں دیتا ہے:

﴿ اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ وَ تِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ۳/۱۴۰]

''اورتم کمزوری نہ دکھاؤ اورغم بھی نہ کرو۔ تم ہی اوپر رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو (کوئی بات نہیں) ان کو بھی زخم لگے ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ دن پھیرتا رہتا ہے۔''

اس کے بعد اپنی واضح مدد کی تاخیر کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴾ [آل عمران : ۳/۱۴۰۔۱۴۱]

''اور تاکہ اللہ مومنوں کا ایمان پرکھے اور تم میں سے (وی آئی پی یعنی خصوصی مہمان) شہداء کا چناؤ کر سکے اور اسلام کے ظاہری اور وقتی غلبہ سے پریشان نہ ہونا اور ظالموں کو اللہ قطعاً پسند نہیں کرتا اور تاکہ مومنوں کا امتحان لے سکے اور کافروں کو مٹا ڈالے۔''

ان مقاصد و عالی حکمتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت نے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے پاک باز صحابہ کو بھی وقتی ہزیمت سے دوچار کیا۔

بدر و حنین جیسی مدد:

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر عہد نبوی والی مدد کیوں نہیں ہوتی، وجہ عرض کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں، شاعر کہتا ہے ؂

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حقیقت یہی ہے کہ اگر وہ والی فضا پیدا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے جو وعدے وفا کر کے دکھائے گا۔ اگر احد کے میدان میں بھی بعض صحابہ کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے فتح ہار میں بدل سکتی ہے تو آج کے مسلمان میں تو اتنی غلطیاں ہیں کہ غلط کو غلط کہنے کا احساس ختم ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت کے لیے ﴿اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ کی شرط لگائی ہے۔ پہلے آیئے! دیکھیں کہ ہمارے ایمان واعتقاد کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی اپنی لونڈی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس کو میں آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا! ''اللہ کہاں ہے؟'' بولی ''آسمانوں میں۔'' پھر دریافت فرمایا ''میں کون ہوں؟'' بولی ''آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ﴾

''اس کو آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔''

اور اگر یہی پرچہ پاک وہند وافغانستان کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جائے تو

۹۰ فیصد مسلمان فیل ہو جائیں۔ کسی کا اللہ دموں میں گھسا ہوا ہے۔ کسی کا چاند تاروں اور مرغزاروں میں ہے اور کسی کا ہرجائی اور کسی کو پتہ ہی نہیں۔ آج ہماری اکثریت توہم پرست ہے اور جہاں تک اسلام کی عملی صورت حال کا تعلق ہے تو الامان والحفیظ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

یاد رکھیں! اللہ انسانوں کے ساتھ من حیث الامۃ ڈیل کرتا ہے نہ کہ فرداً فرداً۔ سکول کا ٹیچر اگر بچوں کو شرارتیں کرتا دیکھے تو سب کو مرغا بنا دیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کوئی بے قصور بھی ہو۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ یہ تو ہم سوال کرتے ہیں کہ مدد کیوں نہیں آ رہی لیکن کیا ہم نے غور کیا ہے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ کو دبا ہی لیا ہے؟ علماء بھی سوچیں عوام بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جب کسی مسلمان علاقے پر کفر یلغار کرے تو قریب قریب کے سب مسلمانوں پر جہاد طرح واجب ہوتا ہے۔ جہاد شروع ہوا تو ہم سے کتنے لوگ وہاں گئے ہیں۔ اگر پاکستان کی پندرہ بیس کروڑ آبادی میں سے چالیس لاکھ ہی نوجوانوں وہاں گئے ہوتے تو کیا کافر اسی طرح مسلمانوں کو کچلتا چلا جاتا اور جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے تو اپنی زکوٰۃ کا نہ جانے کتنا حصہ مجاہدین کو دے کر ہم اپنا یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ مجاہدین نے میدان ابھی کیوں نہیں مارا۔ حقیقت میں یہ سب مصائب ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے ہم دین حنیف کی طرف لوٹیں۔ تیاری کریں چار دن ایمان وغیرت اور آزادی کی قسطیں دے دے کر اور سود کی قسطیں دے

دے کر جنگ کو لیٹ تو کیا جا سکتا ہے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ بوسنیا اور کسووا کے نہتے مسلمانوں کی ہڈیاں بول بول کر پکار رہی ہیں کہاں کھو گئے ہو او مسلمانو!

آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

ابوسعد احسان الحق شہباز

آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴾
[حم السجدۃ : ۳۰/۴۱]

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، خوشی مناؤ۔''

ازل ہی سے اہل ایمان سے صرف ایمان کی بنیاد پر دشمنی کی جاتی رہی ہے۔ جب بھی اس دنیا میں یہ آواز بلند ہوئی کہ اس کائنات کا رب اللہ ہے، زمین و آسمان اس کے پیدا کردہ ہیں اور ساری مخلوقات کا خالق وہی ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کیا اور انکے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے اسباب پیدا فرمائے، بے شمار نعمتوں کو عطا کرنے والا وہی ہے۔ لہٰذا! اسی کا یہ حق ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے، اسی کی

عبادت ہو، اس کے ساتھ شرک نہ ہو۔ سب لوگ اس سے محبت کریں اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں تو دنیا میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے ایسے حق والوں پر مختلف قسم کے الزامات لگا کر جھوٹے پراپیگنڈے کے زور پر لوگوں کو غلط گائیڈ کر کے ان کے خلاف ابھارا اور ان سے دشمنیاں کیں۔

آپ انبیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں ان کے کردار اور اخلاق میں کوئی کمزوری نہیں ملے گی۔ کوئی جرم کوئی عیب ان کی ساری ساری زندگیوں میں نہیں مل سکے گا۔ بلکہ وہ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے عظیم مینار اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے روشن چراغ نظر آئیں گے۔ مگر ایمان کی بنیاد پر شیطانی ٹولے نے ان پاکباز شخصیتوں سے بھی دشمنی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور سو فیصد جھوٹے پراپیگنڈے کر کر کے ان کی مخالفت کرتے رہے اور لوگوں کو اس عظیم علم سے، اس کائنات کا رب اللہ ہے لہٰذا! اسی کا حق ہے کہ اس کا دین اس دنیا پر غالب ہو اور اس کی نافرمانی نہ ہو، اندھیروں میں رکھتے رہے۔

ان پاکباز اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیغمبروں سے دشمنی کرنے والے ایسے گندے اور ذلیل لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن، انسانیت کا دشمن آگ کی طرف بلانے والے لیڈر و حکمران قرار دیتے ہوئے روئے زمین پر چلنے والی تمام مخلوقات سے بدتر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے اور ان کی زندگی جہالت و گمراہی پر مبنی ہے۔

وہ دشمنی چونکہ صرف ایمان کی بنیاد پر تھی۔ اس لیے اہل ایمان کو ایسے موقع پر ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے مقابلے پر ان کے الزامات، جھوٹے پراپیگنڈے، تحقیر و تذلیل کے منصوبے ان سب کے خلاف صرف اس بنیاد پر کہ "ہمارا رب اللہ ہے، ہم نے اسی کی اطاعت و عبادت کرنا ہے، اسی کے حکم پر چلنا ہے، اسی کے دین کو قائم رکھنا ہے، ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور صرف خود ہی ڈٹ جانے کا حکم نہیں بلکہ "اِسْتَقَامُوْا" عربی گرائمر کے اعتبار سے باب استفعال ہے جس میں عموماً "مدد" طلب کے معنی و مفہوم میں مراد ہوتا ہے۔ یہ لفظ بیان کر کے گویا تقاضا کیا گیا کہ دوسروں کو بھی اس قول اور منہج پر قائم رکھو۔ ادھر وہ جھوٹ بولیں جھوٹے پراپیگنڈے کریں اور مایوسیاں پھیلانے کی کوشش کریں، بندوں کا رب پر اعتماد و یقین کمزور کرنا چاہیں، ادھر تم دعوت کا کام تیز کر دو رب کی قدرتوں اور طاقتوں کے تذکرے کر کے، اس دنیا میں پہلے اہل ایمان کو اللہ نے کیسے کیسے اپنی مدد بھیج کر غالب کیا اور کفر کی طاقتوں کو برباد کیا یہ تذکرے کر کے اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھو ان کے حوصلے بڑھاؤ، اللہ پر ایمان ویقین کو پختہ کرو تاکہ وہ کفر اور اس کے پراپیگنڈے سے اور اس کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہوں اور ان کے ایمان میں کمزوری واقع نہ ہو اور انکی نظریں اس دنیا کے مفادات سے آگے جنت کے حصول پر اور دوزخ سے بچنے پر ہوں اور انکے عقائد و اعمال میں کمزوری واقع نہ ہو بلکہ یہ کفر اور اہل کفر سے نفرتوں میں زیادہ ہوں۔ ان کی دہشت گردیوں، ان کے ظلم و ہوس پرستی کو سمجھیں

اور اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت میں ثابت قدم رہیں، اللہ کے دین پر پختہ رہیں۔

گویا قرآن کی اس آیت نے جہاں ایک بہت بڑی حقیقت ہمارے سامنے کھول دی وہیں کرنے کا کام بھی بتا دیا کہ جب " رَبُّنَا اللّٰهُ " کی بنیاد پر اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو کفر کی طرف سے پراپیگنڈے، گھیراؤ، پابندیاں، دھمکیاں بھی شروع ہو جائیں گی اور ایسے وقت میں اہل ایمان تم نے نہ صرف خود ثابت قدم رہنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی " رَبُّنَا اللّٰهُ " کے عقیدے پر قائم رکھنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں جنگ احزاب کا موقع اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے جب ایمان کی بنیاد پر کام شروع کیا تو دشمنی شروع ہوگئی۔ جوں جوں کام بڑھتا گیا کفر نے اپنی حکومتیں گرتی ہوئی محسوس کیں۔ یہود و صلیبی ظالموں اور سود خوروں کو اپنی خواہشات کی وجہ سے انسانیت پر ظلم اور آسمانی شریعتوں پر ظلم کرنیوالوں کو اپنا سب کچھ برباد ہوتا نظر آنے لگا تو سارا کفر جمع ہوگیا۔قوتوں کے اتحاد بننے لگے، سارا کفر جمع ہوگیا، کس کے خلاف؟ جسے وہ صادق و امین کہتے تھے۔جس کی زندگی پر ایک اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے، جس کی سچائی کو تسلیم کرتے تھے اور کیوں جمع ہوئے؟ قتل کے منصوبے کیوں بننے لگے؟ صرف ایمان کی وجہ سے کہ وہ کہتے تھے۔ اس کائنات میں اللہ کا حکم چلنا چاہیے۔ تمہارا حق نہیں کہ انسانوں کو اپنی خواہشات کا غلام بناؤ اور انہیں اپنے رب سے دور رکھو اور جہنم کا ایندھن بناؤ۔ تو اس

وقت اہل ایمان ڈٹ گئے۔ بہت پریشانیاں تھیں، معاشی حالات بالکل سازگار نہ تھے۔کھانے پینے تک کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، اسلحہ اور مال اسباب بھی وافر میسر نہ تھے، باہر میدان میں نکل کرلڑنے کی طاقت بھی نہیں تھی، باہر سے بھی کوئی امید نہ تھی۔ پوری دنیا میں مدینہ کو تنہا کر دیا گیا تھا اور اندر سے منافقین یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ مایوسیاں پھیلا رہے تھے کہ اب تمہارا کیا بنے گا؟ ساری دنیا تمہارے خلاف ہو چکی ہے، ان سے ڈر جاؤ۔ سورۂ احزاب پڑھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کس قدر شدید حالات تھے۔مگر ہمارے پیغمبر اور صحابہ کرام ایمان کی بنیاد پر ہی ڈٹ گئے اور کفار کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے لگے۔لوگوں کو اللہ کی قوت پر مطمئن کرنے لگے۔ کہتے:

﴿ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

[الاحزاب : ٢٢]

”یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔“

اس چیز کا اللہ نے ہمیں وعدہ دے رکھا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں اور ان کے ایمان ویقین میں پختگی ہی آئی تھی کفر اپنی تمام تر چالوں کے ساتھ انہیں اس راستے سے بدگمان نہیں کر سکا اور یہی وقت ہوتا ہے اللہ کی نصرت کا ،اس کی طرف سے مدد کے اترنے کا۔حقیقت ہے کہ کفر کی ان یلغاروں، گھیراؤ، پابندیوں میں اللہ پر

ایمان میں ثابت قدم رہنا، بالکل پرواہ نہ کرنا اور مطمئن رہنا اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط کر لینا، یہ عمل اللہ کی مدد اترنے کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اسباب وسائل بنیاد نہیں بنتے۔ ہجرت کے سفر میں جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں چھپے ہوئے تھے، کوئی طاقت پاس نہ تھی، کہیں سے حمایت میسر نہ تھی۔ کافر ننگی تلواریں لیے دندناتے پھر رہے تھے اور غار کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو ہمارے پیغمبر ﷺ نے یہی فرمایا تھا:

﴿ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾

''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

یہاں بھی اللہ نے مدد کی اور احزاب کے موقع پر بھی مدد نازل کی۔ فرشتے اتار دیے، ہوائیں بھیج دیں اور لڑائی کا سارا معاملہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا۔

ہمارے کرنے کے کام:

آج بھی صورتحال یہی ہے۔ کفر اس دنیا میں دندنا رہا تھا، جمہوریت کے نام پر کفار اپنی خواہشوں پر زندگی گزار رہے تھے، اللہ کی بڑائی وعظمت اور اس کی فرمانبرداری کا تصور ختم ہو رہا تھا۔ مسلم ملک، حکمران اور عوام بھی رب کی مرضی پر زندگی گزارنے کی بجائے کفار کی دوستی اور ان کی نقالی میں ہی کامیابی اور عزت تصور کرتے تھے۔ اسلام پر جاہلیت کے آوازے کسے جاتے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو برا سمجھا جاتا تھا۔ اسلام دب گیا اور کفار کے گروہ ایک دوسرے سے آگے

بڑھنے کے پروگرام لیے پھرتے تھے تو ایسے وقت میں پاک وافغان و سرزمین سے یہ نعرے بلند ہونے لگے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، یہ آسمان اللہ کا ہے اوراس کائنات میں حکم اللہ کا چلنا چاہیے، اس ایمان کی بنیاد پر تربیت ہونے لگی۔ امت مسلمہ کے نوجوان دعوت و جہاد کے منہج کو سمجھ کر کفر کی غلامی چھوڑنے لگے۔ سنت پر عمل اللہ سے محبت، دین کے سچے جذبے، جنت کے حصول کی کوششیں ہونے لگیں۔ کفر کے پراپیگنڈے دم توڑنے لگے اور خواہشات کے پجاری جمہوری شیطانوں کو دین حق کے زبردست براہین کے سامنے اپنے باطل کی عمارت منہدم ہوتی نظر آنے لگی۔ کفر کی حکومتوں نے اپنے سامنے اسلام کو کلمہ حق کو بلند ہوتا دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اب بھی کفر جمع ہو گیا۔ اس نے پراپیگنڈے شروع کر دیے، جھوٹے الزام لگا لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنی طاقتوں کو لے کر وہ ان اہل ایمان پر چڑھ دوڑے۔ ان کے ایجنٹ بھی ان کی بولی بول رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ وقت ہے کہ اہل ایمان اپنے رب کے اعتماد کو پختہ کریں، رب کو سچا سمجھیں، اسے طاقتوں والا، عزت و ذلت کا مالک، حکومت دینے اور چھیننے والا جان کر استقامت اختیار کریں۔ اہل علم لوگوں کو پراپیگنڈوں سے نکالنے کے لیے مایوسیوں سے بچانے کے لیے رب کی قدرتوں کے تذکرے کریں۔ اللہ کی عظمت کو بیان کریں۔ انبیاء کے واقعات و اسلاف امت کے تذکرے کر کے ان کے اندر ایمان کے جذبات بھڑکائیں اور انہیں راہ حق پر ثابت قدم رکھیں کہ یہ وقت اسی کام کا تقاضا کرتا ہے۔ گھبرائیں نہیں کفر کے پراپیگنڈے میں نہ آئیں۔ بلکہ یہ جھوٹے اور بدترین لوگ ہیں۔ ان

سے نفرت کا درس دیں۔

مادی اسباب ووسائل کے پراپیگنڈے میں بھی نہ آئیں۔ایسے تجزیے کرنے والے ذرا یہ تو سوچیں کہ جنگ بدر میں اللہ کے نبی ﷺ پاس کیا تھا؟ جنگ احزاب کے موقع پر ان کے پاس کیا تھا؟ نبی ﷺ کو نمونہ بنائیں۔ ایمان پر استقامت اور لوگوں کو قائم رکھنا، کفر کے پراپیگنڈے توڑنا، اللہ کی محبت پر دعوت و جہاد کے عمل پر ڈٹے رہنا، یہ اللہ کی مدد اترنے اور فرشتے اترنے کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ﴾

”بے شک وہ لوگ جو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔“

پھر ان کے گھیراؤ ہوں، شیطانی قوتوں کی طرف سے دھمکیاں دشمنیاں دیکھیں تو پریشان ہو کر اللہ کو چھوڑ نہ دیں اپنے دین و ہدایت سے پیچھے نہ آئیں بلکہ ڈٹ جائیں اور دوسروں کو بھی قائم رکھیں تو:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ﴾

”ان پر پھر فرشتے اترتے ہیں۔“

اور انہیں اللہ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں کہ کوئی غم نہ کرو کوئی فکر نہ کرو تم ہی غالب ہو گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج بہت سے لوگ کفر کے ان طوفانوں اور جھوٹے پراپیگنڈوں کو دیکھ کر اپنے رب سے، دین اور اپنے ایمان سے پیچھے ہٹ آئے اور

سیدھے کفر کی جھولی میں جا گرے۔ اللہ نے جہاد کو سب سے بڑا عمل قرار دیا۔ فرمایا میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو صفیں باندھ کر اس کے راستے میں لڑتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعلیٰ ترین لوگ قرار دیا ہے۔ ان کو جنت کی بشارتیں دی ہیں۔ راہ جہاد کے گرد و غبار کی وجہ سے ہی جہنم کے دھویں کے حرام ہونے کے مژدے سنائے، حساب کتاب نہ ہونے اور سیدھے اللہ کے پاس اس کے عرش کے نیچے مقامات کے تذکرے فرمائے۔ مگر یہ لوگ کفر سے متاثر ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے برعکس ان جہاد کے راہیوں کو برا سمجھنے لگے۔ ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور کافروں ایسے ذلیل لوگوں کی تعریف و توصیف میں ان سے دوستیوں کو فروغ دینے میں لگ گئے اور تو اور کئی اہل علم جو بزعم خویش نبی کے وارث ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے غداریاں کرنے لگے۔ یہ کام اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں، ان سے فوراً توبہ کریں۔ ان جھوٹے اور ذلیل لوگوں کے ساتھی نہ بنیں بلکہ اپنے سچے رب کا ساتھ دیں، سچے رسول ﷺ کے ساتھی بنیں اور سچے دین کے حمایتی بنیں۔ کفر کے جھوٹ کو پھاڑ کر ذرا حقیقت دیکھیں! کیا اللہ اپنے بندوں کے ہاتھوں ان کو ذلیل نہیں کر رہا؟ کیا ان کی نیندیں حرام نہیں ہو چکیں؟ یہ اپنے ملکوں میں مرعوب خوف زدہ اور ذلیل و پریشان نہیں؟ ان کی قوتیں گر رہی ہیں، ان کے ذلیل، ظالم اور دہشت گرد فوجی ہر روز مر رہے ہیں۔ اللہ اپنے مجاہد اور فدائی بندوں کے ہاتھوں ان کی درگت بنا رہا ہے۔ تو اس مدد کو دیکھ کر ہم سب مسلمان بھی اپنے آپ کو

دلیر بنائیں۔ اپنے دین حق پر ڈٹ جائیں، ایمان پر لوگوں کو مضبوط کریں۔ کفار سے نفرت، ان کی تہذیب سے نفرت، ان کے طریقوں سے نفرت کریں اور اللہ سے محبت کریں، اپنے رسول سے محبت کریں، اپنے دین سے محبت کریں، اپنے آپ کو دین و ایمان میں سچا بنائیں۔ یہی عمل ان شاء اللہ فرشتوں کے اترنے کا باعث بنے گا۔ کفر کی تباہی اور اسلام کے غلبہ کی بنیاد ہمیشہ ایمان و استقامت ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!